قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 13/ستمبر 2022ء | 16/صفر 1444 ہجری قمری | 13/تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:195

فرمانِ رسولؐ

حضرت سہل ؓبن سعد ساعدی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ایک شخص سے فرمایا اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا یہ معزز لوگوں میں سے ہے۔ اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح کر دیا جائے۔ اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے۔ اس کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر ایک اور شخص کا گزر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کہا اس آدمی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ غریب مسلمانوں میں سے ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ اگر یہ نکاح کا پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فقیر، دنیادار لوگوں سے بھری دنیا سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر حدیث 6447)

حضرت حارثہ ؓبن وہب روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں جنت والوں کی اطلاع نہ دوں۔ صحابہ ؓنے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کمزور قرار دیئے جانے والا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھتا ہے۔ یعنی اس کی قسم کو پورا فرمادیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا میں تم کو آگ والوں کی خبر نہ دوں۔ صحابہ ؓنے عرض کی کیوں نہیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر سرکش، درشت مزاج، متکبر، آگ والا ہے۔

(مسلم کتاب الجنۃ ونعیمھا باب النار یدخلھا الجبارون…)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

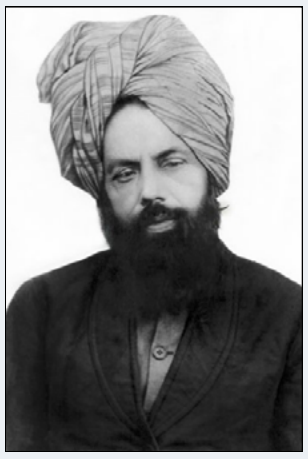

اپنی قوم ونسل پر تکبر مت کرو

- اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں۔ اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے؟ بلکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 370 ایڈیشن 1988ء)

- متکبر خدا تعالیٰ کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ پس اس قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو۔ خدا تعالیٰ کے تمام وعدے بھی خواہ تمہارے ساتھ ہوں مگر تم جب بھی فروتنی کرو۔ کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خدا تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی، مگر آپؐ کو خدا تعالیٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں، آپؐ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 548 ایڈیشن 1988ء)

ارشادِ باری تعالیٰ

وَمَآ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ ﴿۸۷﴾

(ص: 87)

ترجمہ: اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک حسین پہلو سادگی، مسکینی اور قناعت بھی تھا۔ جس کی آپؐ نے ہمیں تعلیم بھی دی اور اپنے عمل سے مثالیں بھی قائم فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: آنحضرت ﷺ کی یہ شان ہے وَمَآ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ ﴿۸۷﴾ (ص: 87) یعنی میں تکلف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ آپؐ کے قول کے ساتھ ساتھ آپؐ کا ہر فعل بھی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا، تکلف سے پاک تھا۔ ہر عمل میں سادگی بھری ہوئی تھی۔ اور تصنع اور تکلّف سے پاک زندگی کا اتنا اونچا معیار تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے یہ اعلان کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دلوں کو جانتا ہے، جس نے آپؐ کو مبعوث فرمایا، آپؐ پر شریعت اتاری، آپؐ سے یہ اعلان کروایا کہ دنیا کو بتا دو کہ میں تمام تر تکلّفات سے پاک ہوں۔ میری زندگی میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دنیا کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کو کبھی استعمال کرنے کی ضرورت ہو تو استعمال تو کرتا ہوں لیکن وہی زندگی کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں بلکہ ان کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کے حکم تحدیث نعمت کی وجہ سے ہی ہے۔ اور اگر مجھے کوئی چیز پسند ہے، اگر کوئی میری مرغوب چیز ہے، اگر میرا کوئی مطلوب ومقصود ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اللہ تعالیٰ کا پیار ہے۔ یہ دنیا کی چیزیں تو عارضی ٹھکانہ ہیں اور جہاں اپنے عمل سے ہمیں یہ دکھایا کہ یہ دنیاوی چیزیں میرا مقصدِ حیات نہیں ہیں وہاں یہ تعلیم بھی دی کہ دنیا کی آسائشیں اور نعمتیں تمہارے فائدہ کے لئے تو ہیں، ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ان دنیاوی چیزوں کو ہی سب کچھ سمجھ نہ بیٹھو۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی چاہئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہو تو سادگی اور قناعت ہی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی چیزیں ہیں جو تمہیں خدا کا قرب دلانے کا باعث بنتی ہیں۔ لیکن اگر تم دنیا کے آرام و آسائش کی تلاش میں پڑ گئے اور اس قدر پڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا بھی بھول گئے تو پھر آہستہ آہستہ یہی چیزیں تمہارا مطلوب ومقصود ہو جائیں گی اور مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی یاد آہستہ آہستہ دل سے نکل جائے گی۔

(خطبہ جمعہ 12/ اگست 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- آریوں سے خطاب (منظوم)
- اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل
- حیاتِ نورالدین
- جامع المناهج والاساليب
- خلافت ثانیہ میں لاہور میں امارت کے نظام کا قیام
- کووڈ-19، لمحہ بھر کی بے احتیاطی اور اس کی سزا

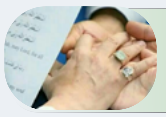

دربارِ خلافت

انسان کا خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارنا اُس وقت کہلاتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی تمام قسم کی حدود کا بھی خیال رکھے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس وہ مسلمان جس کے نزدیک نمازوں کی بڑی اہمیت ہے، عبادت کی بڑی اہمیت ہے، وہ اس تلاش میں بھی ہمیشہ رہے گا کہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھی انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے والے تعلقات رکھوں۔ اور ایک احمدی اس حکمت کی بات کو سب سے زیادہ سمجھ سکتا ہے اور جانتا ہے۔ کیونکہ اُس نے زمانے کے امام کو قبول کیا ہے، زمانے کے امام کی بیعت میں آیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹ سکے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کر سکے، تا کہ اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچان سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’نوعِ انسان پر شفقت اور اُس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438 ایڈیشن 2003ء)

پس یہ وہ خوبصورت تعلیم ہے جو جہاں انصاف کے تقاضے پورے کرتی ہے، وہاں خدا تعالیٰ کا قرب بھی دلاتی ہے۔ اور جب انسان مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق خالص ہو کر ادا کرنے کے لئے مسجد میں جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیار کی آغوش میں آجاتا ہے۔ پھر عبادت کا حقیقی لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔ پھر ایک مومن کی اس عمل پر حکم کرنے کی کوشش کہ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ یعنی اور تم ہر مسجد میں اپنی توجہات اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھی رکھو، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والا بھی بنائے گی۔ اُن لوگوں میں شامل کرے گی جو یہ مقام حاصل کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ہماری ہر کوشش پر اللہ تعالیٰ کا ایک فعل بھی ہوتا ہے۔ اور ہم کسی نیکی کو اپنے زور سے حاصل نہیں کر سکتے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فعل ہمارے کسی عمل کے ساتھ شامل نہ ہو اور اس کے شامل ہو کر ہمیں نیکی کے اعلیٰ نتائج حاصل کرنے والا نہ بنائے تو وہ ہم نیکی حاصل ہی نہیں کر سکتے۔

پس ہماری نیک خواہشات اور ہمارے ہر معاملے میں نیک عمل کی کوشش وہی ہے جو ہماری توجہات اللہ تعالیٰ کی طرف سیدھی رکھنے والا بنائے گی اور اس کے ساتھ جب عبادتیں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبول بھی کرے تو پھر وہ حقیقی عبادت بن جاتی ہے اور ہم اس قابل ہوں گے کہ پھر اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جو وَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کا گروہ ہے۔ اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جو دین کو اُس کے لئے، یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے اُسے پکارتے ہیں اور جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے والے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ کا یہ روشن پیغام راستے دکھا رہا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ: 187) کہ جب دعا کرنے والے مجھے پکارتے ہیں تو میں اُن کی دعا قبول کرتا ہوں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 21 ایڈیشن 2003ء)

پس انسان کا خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارنا اُس وقت کہلاتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی تمام قسم کی حدود کا بھی خیال رکھے۔ اور ان حدود کا پتہ چلتا ہے جب ہم قرآنِ کریم کا مطالعہ کرتے ہیں اور اُس میں سے خدا تعالیٰ کے احکامات تلاش کر کے اُن کو نکالتے ہیں۔ یہ احکامات ہی وہ حدود ہیں جن کے اندر رہ کر انسان پھر خدا تعالیٰ کا قرب پاتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت کے نشان دیکھتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آریوں سے خطاب

(کلامِ حضرت مسیح موعودؑ)

نظر سے اس کے ہوں محجوب و مکتوم
نہ ہو تعداد تک بھی اس کو معلوم

معاذَ اللہ! یہ سب باطل گماں ہے
وہ خود ایشر نہیں جو ناتواں ہے

اگر بھولے رہے اس سے کوئی جاں
تو پھر ہو جاوے اس کا ملک ویراں

پیارو! یہ روا ہرگز نہیں ہے
خدا وہ ہے جو ربّ العالمیں ہے

یہ ایسی بات منہ سے مت نکالو
خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو

اگر ہر ذرّہ اُس بن خود عیاں ہو
تو ہر ذرے کا وہ مالک کہاں ہو

اگر خالق نہیں روحوں کی وہ ذات
تو پھر کاہے کی ہے قادر وہ ہیہات

خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
اگر ہے دیں یہی پھر کُفر کیا ہے؟

اگر اُس بن بھی ہو سکتی ہیں اشیاء
تو پھر اُس ذات کی حاجت رہی کیا؟

اگر سب شیئے نہیں اُس نے بنائی
تو بس پھر ہو چکی اُس سے خدائی

(درثمین صفحہ 100 - 101)

حلیم خان شاہد۔ مربی سلسلہ پونے، مہاراشٹرا، انڈیا

اسلام کا ایک فتح نصیب جرنیل

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہوجائے اس طوفاں سے پار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا!
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و اخلاق فاضلہ کے متعلق جاننے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ اور آپؐ کے مثیل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ

(جمعہ: 4)

اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح آپ کا وارث ہوگا۔ آپ کے خلق کا وارث، آپ کے سب صفات حسنہ کا وارث ہوگا، احادیث میں بھی لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہم رنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق بیان فرمایا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ وہ آپ کے نام خلق، علم، کام اور روحانیت کا وارث ہوگا اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر آپ کی تصویر دکھائے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار کاموں میں سے ایک اہم کام جسکے لئے آپؐ تشریف لائے وہ تھا مخلوق خدا کو دین واحد یعنی اسلام پر جمع کرنا اور اس کام کو آپ نے بڑے ہی کامیاب طریق سے سرانجام دیا جسکے لئے آپؐ نے بڑی تکالیف بھی برداشت کیں۔ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

’’احادیث میں آتا ہے کہ پہلے زمانوں میں خدا تعالیٰ کا دین قبول کرنے والوں کے سروں پر آرے رکھ کر انہیں چیر دیا جاتا تھا اور وہ اف تک نہیں کرتے تھے لیکن محمد ﷺ پر ایک سال نہیں دو سال نہیں تین سال نہیں دس سال نہیں متواتر وفات تک آرے چلتے رہے اور آپؐ نے اس قدر دکھ اٹھائے کہ زمین و آسمان کے خدا کو یہ کہنا پڑا کہ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا یَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ تو تو اس غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح نے ایک دفعہ صلیب پر چڑھ کر سب گنہگاروں کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ مگر مسیح کو تو ساری عمر میں صرف وہی ایک واقعہ پیش آیا۔ لیکن محمد ﷺ اپنی زندگی کے ہر لحہ میں لوگوں کے لئے صلیب پر چڑھے اور آپ نے ان کے لئے ہزاروں نہیں لاکھوں موتیں قبول کیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ الفاظ جو اسجگہ رسول کریمؐ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں نہ نوحؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ ابراھیمؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ موسیٰؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ داودؑ اور سلیمانؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ نہ عیسیٰؑ کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں صرف محمد ﷺ کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔۔۔ چنانچہ آپ کو خدائے واحد کا پیغام پہنچانے کے لئے سال ہا سال تک ایسی تکالیف میں سے گزرنا پڑا کہ جن کی کوئی حد ہی نہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 63 سن اشاعت بار دوم 2010)

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں آپ کی سیرت طیبہ میں بھی انہی اخلاق فاضلہ کی جھلک نظر آتی ہے جو آپ کے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پائے جاتے تھے۔ یہاں یہ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس دور میں دین اسلام کی بہترین رنگ میں خدمت کی اس دور کا مختصر نقشہ کھینچا جائے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حوالے سے فرماتے ہیں۔

’’اُس وقت جو مسلمانوں کی حالت تھی، اُس سے ہر وہ مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد تھا، بے چین تھا۔ برصغیر میں آریوں اور عیسائی پادریوں اور ان کے مبلغین نے اسلام پر بے انتہا تابڑ توڑ حملے شروع کئے ہوئے تھے۔ انتہائی شدید حملے تھے کہ مسلمان علماء بھی اُس وقت سہمے رہتے تھے اور ان کے پاس ان حملوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کچھ تو لاجواب ہونے کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی جھولی میں گرتے جا رہے تھے اور کچھ بالکل اسلام سے لاتعلق ہو رہے تھے۔ عیسائیت اور دوسرے مذاہب جو حملہ کرنے والے تھے، اُس وقت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر کوئی شخص تھا تو ایک ہی جری اللہ تھا، یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام۔‘‘

(خطبہ جمعہ 23/ مارچ 2007ء)

آپؑ نے اپنی پوری زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کی اور آپؑ نے ہر مذہب والوں کو چیلنج دیا اور ہمہ تن اس فریضہ کی تکمیل کے لئے دن رات ایک کئے۔ آپؑ نے اپنے عظیم الشان مشن غلبہ اسلام کی تکمیل کے لئے خدا کے حضور اس قدر دعائیں اور گریہ وزاری کی کہ اسکی مثال سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی اور نبی میں نہیں مل سکتی۔ اسکے ساتھ ساتھ آپؑ نے مضامین لکھے، لیکچر دئے، مناظرات و مباحثات کئے، ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات شائع کئے، اسی سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ نے اپنی کتب و اشتہارات میں اسلام، حضرت محمدؐ، قرآن کریم اور اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بیسوں انعامی چیلنج بھی دئے لیکن کوئی مرد مجاہد اسکا مقابلہ نہ کرسکا۔ جیسا کہ آپؑ اپنی ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

خدمت اسلام کا یہ قوت و جذبہ آپؑ کی پوری زندگی میں ہمیں نمایاں طور پر نظر آتا ہے اور یہ قوت و جذبہ ہمیں حضورؑ کے آخری ایام میں اور زیادہ تیزی پیدا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تاریخ میں آتا ہے کہ آپؑ آخری ایام میں لاہور میں غلبہ اسلام کے لئے تحریر و تبلیغ میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ گویا عظیم فاتح جرنیل ہے جو ایک دوسری منزل پر روانہ ہونے سے قبل اپنا کام تیزی سے ختم کرنے کی فکر میں دن رات ایک کئے ہوتا ہے آپؑ کمزوری اور ضعف کے باوجود ہمیشہ غلبہ اسلام کے لئے تقریر اور تحریر میں مصروف رہتے۔ ان ہزاروں تکالیف میں سے صرف دو کا ذکر یہاں کرتا ہوں۔

حضرت مہتہ عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ فرماتے ہیں۔

’’17 مئی 1908 کی صبح کو مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے چند معزز تعلیم یافتہ رؤسا لاہور کی دعوت کی تھی اور حضرت اقدسؑ سے اس موقع پر کچھ تقریر کرنے کی بھی درخواست کی تھی چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس کو منظور بھی فرمالیا تھا۔ 16 کی رات کو حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور متواتر چند دست آجانے کی وجہ سے بہت ضعف ہوگیا چنانچہ 17 کی صبح کو جب حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام بیدار ہوئے تو یہ الہام ہوا انی مع الرسول اقوم۔ چنانچہ اس وعدہ الٰہی سے طاقت پاکر حضرت اقدسؑ نے اس موقع پر قریباً اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے ہوکر بڑی پرزور تقریر فرمائی‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 639، الحکم نمبر 35 جلد 12 مورخہ 30 مئی 1908ء صفحہ 1)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ ایک جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کو خارش کی بہت سخت شکایت ہوگئی تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔ علاج بھی برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی۔۔۔۔ ایک دن میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ بالکل صاف ہیں مگر آپؑ کے آنسو بہ رہے ہیں۔۔۔ میں نے جرأت کر کے پوچھا کہ حضور! آج خلافِ معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دل میں ایک معصیت کا خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے کام تو اتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور ادھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اس پر مجھے الہام ہوا:

’’ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے‘‘

اس سے میرے قلب پر بے حد رقت اور ہیبت طاری ہے کہ میں نے ایسا خیال کیوں کیا۔ ادھر تو یہ الہام ہوا مگر جب اٹھا تو ہاتھ بالکل صاف ہو گئے اور خارش کا نام و نشان نہ رہا۔ ایک طرف اس پرشوکت الہام کو دیکھتا ہوں دوسری طرف اس فضل اور رحم کو تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کے رحم اور کرم کو دیکھ کر انتہائی جوش پیدا ہوگیا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 685-686 الحکم جلد 37 نمبر 12 مورخہ 7 اپریل 1934ء صفحہ 4)

یہ عظیم فاتح جرنیل ان تکالیف کے باوجود غلبہ اسلام کے لئے قلمی جہاد میں ہمیشہ مصروف رہتا۔ اسلام کا ایک درد آپؑ اپنے اندر رکھتے اور

اپنے ماننے والوں کو بھی نصیحت و تاکید کرتے کہ یہ درد اپنے اندر و اپنی اولادوں کے اندر پیدا کریں۔ اس حوالے سے چند اقتباسات پیش ہیں۔

آپ فرماتے ہیں۔

’’جو اسلام کے لئے سینہ بریاں اور چشم گریاں نہیں رکھتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ ایسے انسان کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اس کو سوچنا چاہیے کہ جس قدر خیالات اپنی کامیابی کے آتے ہیں اور جتنی تدابیر اپنی دنیاوی اغراض کے لئے کرتا ہے۔ اسی شوزش اور جلن اور درد دل کے ساتھ کبھی یہ خیال بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر حملے ہو رہے ہیں، میں ان کے دفاع کی بھی سعی کروں؟ اور اگر کچھ اور نہیں ہوسکتا تو کم از کم پرسوز دل کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور دعا کروں؟ اگر اس قسم کی جلن اور درد دل میں ہو تو ممکن نہیں کہ سچی محبت کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ اگر ٹوٹی ہانڈی بھی خریدی جائے تو اس پر بھی رنج ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک سوئی کے گم ہو جانے پر بھی افسوس ہوتا ہے۔ پھر یہ کیسا ایمان اور اسلام ہے کہ اس خوفناک زمانے میں اسلام پر حملوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ امن اور آرام کے ساتھ خواب راحت میں سو رہے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 202-203)

نیز آپ فرماتے ہیں۔

’’اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالیٰ اب چاہتا ہے۔‘‘

(فتح اسلام صفحہ 10-11 طبع 2018 بمقام لندن)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے 1882ء میں دعویٰ فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام اور قرآن کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اسی مقصد کی خاطر آپ نے ساری زندگی جدوجہد کی اور اس شان سے کی کہ آپ کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرنے والوں نے بھی آپ کے شاندار کارناموں کو خراج تحسین پیش کیا اور خدا کی تقدیر نے ان کے پرزور الفاظ کو محفوظ کروا دیا تا کہ بعد میں آنے والوں کی ہدایت کا باعث بنتے رہیں۔

ذیل میں چند مسلم وغیر مسلم مشاہیر کے قلبی جذبات اور اعترافات درج کرتا ہوں جنہوں نے آپ کی غلبہ اسلام کے خدمات کو سراہا۔

- ’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی نے لکھا کہ:

’’مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لیے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

- ایڈیٹر کرزن گزٹ دہلی، مرزا حیرت دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

’’مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کہ بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔‘‘

(کرزن گزٹ دہلی مورخہ یکم جون 1908ء)

- فرقہ اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کی کتاب ’’براہین احمدیہ‘‘ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

’’ہماری نظر میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ۔۔۔۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھالیا ہو۔‘‘

(رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد 7 نمبر 6 صفحہ 169)

- اخبار وکیل امرتسر نے لکھا۔

’’غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔‘‘

(بحوالہ بدر 18 جون 1908ء صفحہ 2-3)

- ’’علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ‘‘ علی گڑھ نے لکھا کہ۔

’’مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874 سے 1876ء شمشیر قلم عیسائیوں آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کی ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے انعام رکھا تھا۔۔۔ آپ نے اپنی تصنیف کردہ اسی کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے بیس عربی زبان میں ہیں۔۔۔ بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

- ادیب، شاعر، ایڈیٹر علامہ نیاز فتحپوری صاحب فرماتے ہیں۔

’’اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھادی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوہ نبی کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔‘‘

(ملاحظات نیاز فتحپوری، صفحہ 29)

- ’’جیون تت‘‘ میں دیو سماج کے سیکرٹری نے لکھا:

وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔۔۔۔ مرزا صاحب اپنے خاص عقائد اور ارادہ کے پکے تھے اسلئے انہیں اپنی راہ میں بہت سخت مخالفتیں اور بدنامیاں سہنی پڑیں مگر وہ ان پر قائم رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم 568، الحکم 7 تا 14 جولائی 1936ء ص 11 کالم 1 تا 2)

- امرتسر کے ایک غیر احمدی اخبار ’’وکیل‘‘ کے ایڈیٹر نے آپ کی ذات پر لکھا:

انکی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے۔۔۔۔ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کو سند حاصل کرچکا ہے۔۔۔۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔‘‘

(اخبار وکیل امرتسر بحوالہ بدر 18 جون 1908ء ماخوذ از اخبار بدر 19 مارچ 1970ء)

آج حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر خدا کے فضل سے حضورؑ کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم الشان غلبہ اسلام کے لئے قلمی خدمات کے اعتراف کا سلسلہ آج تک جاری ہے بلکہ جوں جوں صداقت کی روشنی پھیلتی جاتی ہے حضورؑ کی مقدس ذات دنیا کی گہری توجہ اور خاص دلچسپی کا مرکز بنتی جا رہی ہے اور عالمی رجحانات بڑی تیزی سے اس حقیقت کی طرف آ رہے ہیں کہ بیسویں صدی کی کوئی مذہبی تاریخ آپ کے قلمی جہاد جو آپؑ نے اسلام کی غلبہ کی کے لئے کی ذکر کے بغیر مکمل ہو ہی نہیں سکتی اگر ہم دین اسلام کی خدمت کرنے کا شوق، جذبہ و جوش رکھتے ہیں تو ہمیں اس ذکر کو محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت ہمیں اسلام کی بہترین و دلکش تعلیمات کے بارے میں اطلاع ملتی ہے نیز خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے۔ اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفاء اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا، دونوں جہانوں سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

’’وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو۔ تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 403)

آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا۔

’’سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم از کم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 361)

اسکی ہر کتاب میں ہے نور معرفت
عارف وہ تھا خدا کا یہ اس پر دلیل ہے
اے دوستو تم اس کی کتب سے اٹھاؤ فیض
اب زندگی کا عرصہ عزیز قلیل ہے

(حضرت میر ناصر نواب، الحکم 28 فروری 1912 صفحہ 8)

پس یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس سلطان القلم مسیح و مہدیؑ کو ماننے کی توفیق ملی اور اس نے ہمیں ان روحانی خزائن کا وارث ٹھہرایا گیا ہے جس کے بدولت ہم بہتر رنگ میں دین اسلام کا دفاع کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں۔ تا کہ ہمارے دل، ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں۔ اللہ کرے ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنواریں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں دین اسلام کی سنہری تعلیمات کے ذریعہ امن وسلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں۔ اللہ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

اِسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اَے سونے والو جاگو! شمس الضّحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا
اَب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

مریم رحمٰن

حیاتِ نورالدین

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی مبارک تحریکات

قسط 13

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تجدید دین تھا اور آپؑ کی مئی 1908ء میں وفات کے بعد اللہ نے یہ مبارک کام اپنے وعدوں کے مطابق آپؑ کے خلفاء کے سپرد کیا۔حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کا وجود وہ مبارک وجود تھا جسے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد خدا نے یہ کام سونپا۔ 27مئی 1908ء کو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو مسند خلافت پر متمکن فرمایا اور 14/مارچ 1914ء کو اپنی وفات تک آپؓ نے یہ کام بخوبی سرانجام دیا۔ احباب جماعت کی تعلیم وتربیت اور ان کو روحانیت میں بڑھانے کے لئے آپؓ نے بہت سی تحریکات اپنے دور خلافت میں پیش فرمائیں ان میں سے بعض پیش خدمت ہیں۔

تمام بیعت کنندگان قادیان میں آئیں اور خلافت سے براہ راست فیض پائیں

حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا حکم ہے کہ تمام بیعت کنندگان کے لئے ضروری ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے کچھ نہ کچھ فرصت نکال کر ملاقات کے واسطے سب قادیان آویں۔ کیونکہ اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور ایمان میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔

(اخبار بدر 9/ جون 1908ء)

خوشنویس حضرات کو مرکز میں آکر رہنے کی تحریک

حضور نے یہ تحریک فرمائی تھی کہ خوشنویس حضرات یہاں مرکز میں آکر رہیں تاکہ سلسلہ کے کام بروقت ہوسکیں۔

(الحکم 14 جون 1908ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں دینی مدرسے کے لئے تحریک

آپ کے دل میں خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی یہ تحریک اٹھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار میں اعلیٰ پیمانے پر ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین تیار کیے جائیں۔ 1905ء میں ایک شاخ دینیات مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ قائم تھی۔ مگر غالباً فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس کی حالت نہایت درجہ ناقص تھی۔ لہٰذا حضرت خلیفہ اول کے حکم سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی اور بتایا کہ اعلیٰ پیمانہ پر مدرسہ چلانے کے لئے عمدہ مکان اور بہترین لائبریری کا ہونا ضروری ہے۔ یہ مدرسہ دنیا میں اشاعت اسلام کا ایک بھاری ذریعہ ہوگا اور حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان یادگار بھی، لہٰذا دوستوں کو اس کے لئے پوری پوری مالی قربانی کرنی چاہئے۔ نیز لکھا اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ بڑے بھاری اخراجات ہیں اور قوم ان اخراجات کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکے گی تو یہ ایک کمزوری کا خیال ہوگا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 215-216)

واعظین سلسلہ کے تقرر کی تحریک

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ مبارک میں انجمن کی طرف سے باقاعدہ کوئی واعظ تبلیغ سلسلہ کے لئے مقرر نہ تھے مگر اب خلافت اولیٰ کے شروع میں ہی اس کی پوری شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفہ اول کی اجازت سے انجمن نے سب سے پہلے شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو اور بعدازاں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی، حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو واعظ مقرر کیا۔ ان کے بعد بعض اور واعظ مثلاً الہ دین صاحب فلاسفر بھی نامزد ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 216)

ضرورت واعظین

چند روز کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کے دل میں اس بات کا جوش ڈالا کہ جماعت میں واعظین پیدا ہوں جو علوم دینیہ سے اچھی طرح واقف ہوکر اور مسائل شرعیہ سے آگاہ ہوکر اور دلائل حقیقت اسلام سے ماہر ہوکر مختلف ملکوں میں پھریں خلق الٰہی کو راہ ہدایت پر لاویں، آپ اسی خیال میں تھے کہ اس کی کیا تجویز ہو کہ حکمت الٰہی سے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک پرانا اشتہار 1901ء کا چھپا ہوا آپؓ کو کہیں سے مل گیا جس میں حضرت موصوف نے ایسے واعظین کو تیار کرنے کے واسطے ایک امتحان مقرر فرمایا تھا جو غالباً کسی سبب سے اس وقت نہ ہوسکا۔ مگر اب اس کے لئے وقت آگیا ہے اس لئے خلیفۃ المسیح کا منشاء ہے کہ دسمبر آئندہ کے جلسہ میں ایسا امتحان قادیان میں ہو اور جو دوست اس میں شامل ہوسکیں وہ ابھی سے مطلع فرماویں تاکہ ان کے نام ایک رجسٹر میں درج کر لئے جائیں۔

(بدر 23 جولائی 1908ء جلد 7 نمبر 28 صفحہ 1)

مبائعین کی مکمل فہرست تیار کرنے کی تحریک

ایک اہم تحریک آپ نے یہ فرمائی کہ جماعت کے مبائعین کی مکمل و مفصل فہرست تیار کی جائے تا قادیان سے جو کچھ شائع ہو جلد سے جلد جماعت کے ہر فرد تک پہنچ جائے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 232)

ناصر وارڈ کے لئے چندہ کی تحریک

میر ناصر نواب صاحبؓ کو جو انجمن ضعفاء کے سرگرم ممبر تھے بیماروں کے لئے ایک وسیع مکان بنانے کا خیال آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ تحریر فرماتے ہیں:

میر صاحب کی تجویز ہے کہ بیماروں کے لئے ایک وسیع مکان بنانا ضروری ہے تا کہ ڈاکٹر اور طبیب ایک جگہ پر ان کو دیکھ لیا کریں اور انکی تیمارداری میں کافی سہولت ہو۔ ان کی اس جوش بھری خواہش کو میں نے محسوس کرکے 100 روپیہ کا وعدہ ان سے بھی کرلیا ہے اور 30 روپے نقد بھی دے ہیں۔ ایک پرانی رقم 60 روپیہ کی جو اس کام کے لئے جو میں نے جمع کی اس کو بھی نکلوا دینے کا وعدہ کیا۔ اس جوش بھرے مخلص نے قادیان کی بستی مخالفوں اور موافقوں اور ہندوؤں اور مسلمان دشمن و دوست سب کو چندہ کے لئے تحریک کی۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس کا اثر تھا کہ رات کے وقت میری بیوی نے مجھ سے بیان کیا کہ آج جو میر صاحب نے تحریک کی

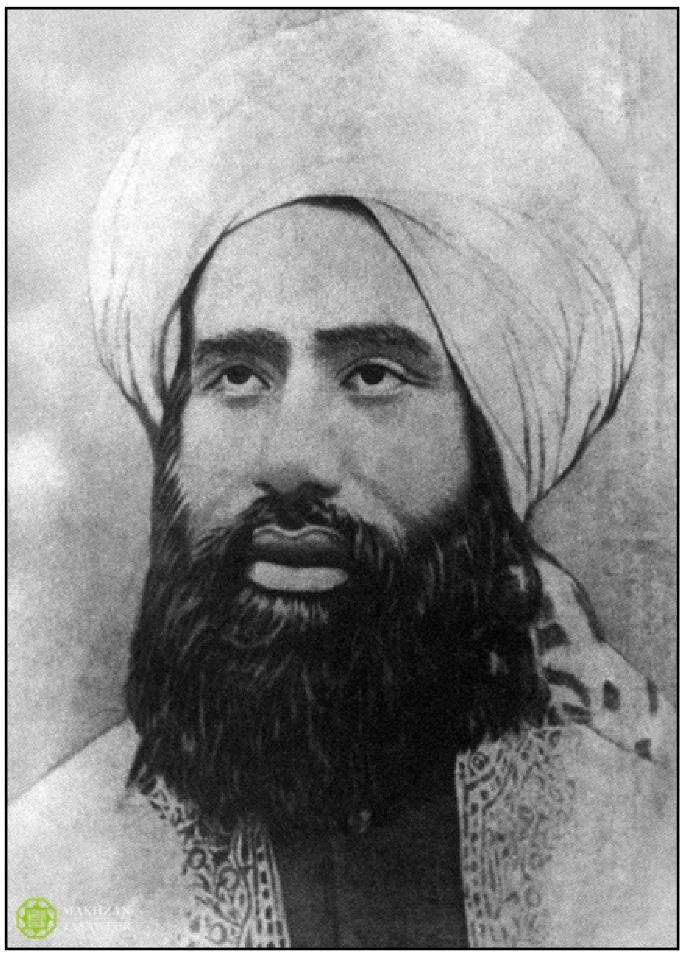

ہے اس میں میں نے سچے دل اور کامل جوش اور پورے اخلاص سے چندہ دیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اگر ایسے مکان کے لئے ہمارے کوئی مکان کسی طرح بھی مفید ہوسکیں تو میں اپنی خام حویلی دینے کو دل سے تیار ہوں۔

(الحکم جلد 13 صفحہ 4 کالم 1)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لئے چندہ کی تحریک

”چونکہ اس وقت ایک عام تحریک اسلامی یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم کرنے کے لئے ہو رہی ہے اور بعض احباب نے دریافت کیا ہے کہ اس چندہ میں ہمیں بھی شامل ہونا چاہئے یا نہیں۔ اس لئے ان سب احباب کی اطلاع کے لئے جو اس سلسلہ میں شامل ہیں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اگرچہ اپنے سلسلہ کی ضروریات بہت ہیں اور ہماری قوم پر چندوں کا بوجھ ہے تاہم چونکہ یونیورسٹی کی تحریک ایک مفید اور نیک تحریک ہے اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں اور قلمے، قدمے، سخنے، درمے مدد دیں۔“ (نورالدین)

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 368)

لنگر خانہ کے لئے چندہ کی تحریک کی یاددہانی

یہاں ایک لنگرخانہ ہے جو ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی دنیاوی کاروبار سے فراغت کا وقت نکال کر یہاں علم دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی شاخ ہے وہ بھی اس وقت قریباً 2000 ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اگر سب احمدی اپنے اوپر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کرکے اسے باقاعدہ ادا کریں تو اس کے اخراجات باآسانی چل سکتے ہیں۔ مگر بہت ہیں جن کو باوجود بار بار کی تاکید کے اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ یا کوئی رقم مقرر کرکے وعدہ کر لیتے ہیں تو پھر ادا نہیں کرتے۔ پھر ایک مدرسہ ہے جس میں تمہارے بچوں کی دنیاوی و دینی تعلیم کا سامان کیا گیا ہے اور اس زہریلی ہوا سے بچانے کی فکر اس میں کی جاتی ہے جس نے بہت سی روحوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مدرسہ ہے جس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے استحکام کے لئے ابھی بہت سے روپے کی ضرورت ہے۔ اشاعت اسلام کا سلسلہ ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کے لئے علیحدہ ضرورت ہے ایسے ہی اور کئی قسم کے ضروری کاروبار ہیں جن میں تم سب کو حصہ لینا ضروری ہے۔ پھر ان کے ساتھ ہر ایک کام کے لئے عمارت کی ضرورت ہے۔ تمہیں ان اخراجات کا فکر کم از کم اتنا تو ہونا چاہئے جتنا اپنی ضروریات کا فکر رکھتے ہو۔

ان اغراض کے لئے جو اس سلسلہ کے اہم اغراض ہیں چندہ دینے کو اپنے اوپر فرض کرلو۔ دنیا کی حرص کو کم کرو اور ہر ایک قسم کے ناجائز طریق حصولِ روپیہ کو سخت آگ سمجھو۔ میں نے محض تمہاری خیر خواہی کے لئے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے یہ باتیں تم کو کہی ہیں۔ اگر تم ان باتوں کو مان لو گے تو دنیا اور آخرت میں سکھ پاؤ گے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ التَّبَعَ الْھُدٰی (نورالدین 7 اکتوبر 1911ء)

(بدر 9نومبر 1911ء جلد 11 نمبر 2-3 صفحہ 9)

حضرت صاحب کی کتابوں کی اشاعت کرو

ایڈیٹر اخبار بدر نے لکھا:

ہمیں اس بات کے معلوم ہونے سے بہت افسوس ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی فروخت بہت کم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کے متعلق اشتہار نہیں دیا جاتا۔ پرانے احباب سب خرید چکے ہوں اور نئے بیعت کنندہ ان کی فہرست سے ناواقف ہوں۔ بہرحال ان کتابوں کی کثرت اشاعت کی طرف احباب کو توجہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس مضمون کو سن کر فرمایا ہے:

میں توجہ میں اتنا ضرور کہونگا کہ توجہ دو طرف مشکل ہوتی ہے۔ جب تک احباب ان کتب اور ریویو پر توجہ نہ فرمائیں گے کام نہیں چلے گا۔

ہم ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت حضرت اقدس کی کتابوں کی فہرست اخبار بدر میں شائع کرتے رہیں گے۔

(اخبار بدر قادیان 22 فروری 1912، جلد 11 نمبر 22 صفحہ 3)

مال غنیمت کی تقسیم کے بارہ میں تشریح اور اس کی تحریک

آپ نے ایک تحریک یہ فرمائی کہ مال غنیمت کی تقسیم کے لئے جو اللہ اور رسول کا حق ہے اس کا مصرف اس زمانہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کی صفات اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے کلام پاک کی اشاعت پر رسالے اور ٹریکٹ لکھے جائیں اور... حدیث شریف کی اشاعت اور آپ پر جو اعتراضات ہوتے ہیں ان کے جواب پر خرچ کیا جائے۔

(الحکم 14 دسمبر 1912ء نمبر 38 جلد 16 صفحہ 6 کالم 1)

درس قرآن میں شامل ہونے والی مستورات کی فہرست تیار کرنے کا ارشاد

آپ کے درس قرآن میں بہت بڑی تعداد مستورات کی ہوتی ہے۔ اس میں غیر احمدی عورتیں بھی شامل ہوجاتی ہیں۔ آپ نے مستورات کی درخواست پر ان کی بیعت لی تا کہ ایسی بیبیوں کے لئے خصوصیت سے دعائیں ہوں اور حضور کو علم ہوجائے کہ کون کون بی بی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہے۔ حضرت اماں جان کو فرمایا کہ ان کی فہرست تیار کرادیں۔

(الحکم 14 دسمبر 1912ء نمبر 38 جلد 16 صفحہ 6 کالم 1)

مکرم خواجہ کمال الدین کی طرف سے لندن سے جاری کردہ رسالہ کی امداد کے لئے تحریک

احباب و اہل اسلام اس چٹھی پر غور فرماویں ایک دردمند دل کی تحریر ہے دردمند دل سے پڑھو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ پوری توجہ کریں۔ تین ہزار ایک پرچہ کے لئے۔ زیادہ نہیں۔ چاہو خریدار بنو۔ چاہو امدادی رنگ میں دو۔ جس طرح ہو خواجہ صاحب کی ہمت بڑھاؤ۔

وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ۔ والسلام

(اخبار بدر 6مارچ 1913 نمبر 1 جلد 13 صفحہ 1۔2)

درس ہال تعمیر کرنے کی تحریک

حضرت خلیفہ اولؓ نے حضرت میر ناصر نواب صاحب کے سپرد یہ خدمت فرمائی کہ قرآن مجید کے درس کے لئے ایک خاص کمرہ تعمیر کیا جائے۔ حضرت ام المؤمنینؓ نے زمین کا ایک حصہ اس غرض کے لئے مرحمت فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 438)

نیر الاسلام کتاب خریدنے کی تحریک

کتاب نیر الاسلام میں واقف کار مصنف نے بائبل کی پیش گوئیوں کو جو بانیٔ اسلامؐ کی صداقت کو ظاہر کرتی ہیں بہت عمدگی سے واضح کیا ہے۔ کچھ اپنا اور اپنی مرحومہ بی بی کے ترک دین عیسوی وقبولیت اسلام کا حال بھی دلچسپ الفاظ میں بیان کیا ہے اور عیسائیت کے رد میں مختلف مفید باتوں کو نئے طرز میں ادا کیا ہے۔ جس کا پڑھنا ان شاء اللہ مفید ہوگا۔ احباب اس کو خرید کریں۔ اس میں شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم کی امداد بھی ہے۔ قیمت کتاب 5 فی نسخہ ہے۔ نوالدین 22 مارچ 1913

(بدر 3 اپریل 1913ء جلد 13 نمبر 5 صفحہ 1)

ترجمہ قرآن مجید اور کتب احادیث کی اشاعت کی تحریک

حضرت میر ناصر نواب صاحب نے بیت نور اور دارالضعفاء اور ہسپتال کے لئے چندہ کی فراہمی کے بعد جماعت کی طرف سے قرآن مجید کے مستند اردو ترجمہ اور بخاری اور دوسری اسلامی کتب کے تراجم شائع کرنے کی تحریک کی اور حضرت خلیفہ اول سے درخواست کی کہ

آپ مجھے ترجمہ اور نوٹ عنایت فرماویں نیز۔ کچھ روپیہ بھی بخشیں۔

حضرت خلیفہ اول نے اس تحریک پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے دعا فرمائی اور اعانت کا وعدہ فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 467)

اے خدا بر تربت او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

بقیہ: لاہور میں امارت کے نظام کا قیام...... از صفحہ 12

کاوش تھی جس کے سبب آج کی نسل اپنے پرانے صحابہ کرامؓ، مخلصین لاہور اور تاریخ احمدیت لاہور کے بارے میں آگاہی حاصل کرتی ہے۔ اس حوالے سے تاریخ احمدیت لاہور کے ابتدائی صفحات پر لکھے ''عرض حال'' کے مطابق لاہور کی تاریخ احمدیت لکھنے کا خیال محترم جناب چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے گزشتہ سال رمضان المبارک میں ایک موقعہ پر گفتگو کے دوران پیدا ہوا''

(عرض حال صفحہ 13 تاریخ احمدیت لاہور)

حضرت چوہدری اسد اللہ خان صاحب کی امارت اور طویل دینی خدمات کا اختتام 1975ء میں ہوا۔ آپ کی وفات 18 ستمبر 1985ء کو ہوئی تھی۔ ان کی وفات سے سترہ دن پہلے ان کے سب سے بڑے بھائی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کی وفات یکم ستمبر 1985ء کو ہوئی تھی، یوں دونوں بھائی ایک ہی ماہ میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کے ایک بیٹے چوہدری اعجاز نصراللہ خان صاحب لاہور جماعت کے نائب امیر رہے اور 28 مئی 2010ء کو دہشت گردی کے حملہ کے نتیجہ میں دارالذکر لاہور میں شہید ہو گئے تھے۔

لاہور میں پانچویں امارت (1975ء تا 2009ء)

1975ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مکرم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب کی بطور امیر لاہور نامزدگی فرمائی۔

آپ کے والد کا نام چوہدری عبد اللہ خان تھا جو حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خانؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کی تین دہائیوں سے زائد عرصہ پر محیط امارت کا اختتام 2009ء میں ہوا، آپ لاہور کے پانچویں امیر تھے۔ آپ کے دور کی خدمات اور اہم کاموں کی تفصیلات شائع ہو چکی ہیں ملاحظہ کریں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن 17دسمبر 2021ء)

لاہور میں چھٹی امارت (2009ء تا 2010ء)

2009ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم منیر احمد شیخ صاحب شہید کو لاہور کا چھٹا امیر نامزد فرمایا تھا۔ امیر بننے کے چند ماہ بعد 28 مئی 2010ء کو دارالذکر پر دہشت گردوں کے حملہ کے نتیجہ میں آپ کی شہادت ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ کے مختصر دور امارت کی خدمات کی تفصیلات شائع ہو چکی ہیں ملاحظہ کریں۔ (روزنامہ الفضل آن لائن 17 دسمبر 2021ء)

لاہور میں ساتویں امارت (2010ء تا 2022ء جاری)

طاہر احمد ملک صاحب نے 2010ء میں لاہور کے ساتویں امیر ہونے کا شرف حاصل کیا اور تاحال ان کی امارت کا سلسلہ جاری ہے۔

28 مئی 2010ء کو دارالذکر پر دہشت گردوں کے حملہ کے نتیجہ میں امیر صاحب لاہور کی شہادت کے بعد آپ کو جب لاہور امارت کی ذمہ داری ملی تو اس وقت دارالذکر، ماڈل ٹاؤن میں حملوں کے بعد شہادتوں اور زخمیوں کے ہسپتالوں میں معاملات، حکومت وقت کے ساتھ روابط، ملکی و عالمی میڈیا، ذرائع ابلاغ سمیت اہم امور کی نگرانی کی اور جماعت لاہور کی راہنمائی کی توفیق پائی۔ تعزیت کے لئے آنے والوں کا بھی تانتا بندھا رہا، سبھی کو احسن طریق سے نبھانے کی توفیق پائی۔ عمومی خطرناک حالات کی وجہ سے کئی ماہ کا عرصہ سخت سیکورٹی کے ساتھ گزرا۔

آپ کے دور امارت میں دیگر قابل ذکر کام روزنامہ الفضل ربوہ کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر سیمینار کا انعقاد، الفضل کی توسیع اور عمومی حالات میں احباب جماعت کی راہنمائی قابل ذکر ہے۔ طاہر احمد ملک صاحب ہی کے دور امارت میں جولائی 2016ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی منظوری سے لاہور میں لوکل امارتوں کے نظام کی ابتداء ہوئی اور لاہور میں نئی 8 لوکل امارتوں کا قیام عمل میں آیا تھا جو اب اپنی اپنی حیثیت میں جماعتی نظام کے تحت اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ موجودہ امیر صاحب لاہور کی نگرانی میں آج کل تاریخ احمدیت لاہور کی اگلی (دوسری) جلد کی تدوین پر کام جاری ہے۔

اس طرح لاہور کی امارت کے 104سالہ سفر میں 7 مخلصین لاہور جماعت کو یہ اہم دینی ذمہ داری نبھانے کی توفیق ملی۔

خواجہ عبدالعظیم احمد۔ مبلغ سلسلہ نائیجیریا

جامع المناہج والاسالیب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کا ایک اختصاصی مطالعہ

قسط اول

ایک نئے سلسلے کا آغاز

ابتدائیہ

قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر و تشریح کا مبارک آغاز تو حضور نبی کریمؐ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی۔ آپؐ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور وہ آیت لکھوا لیتے۔ پھر بعد میں اس کی تعلیم اپنے متبعین کو دیتے۔ بعض اوقات تو کسی سورت یا آیت کے نزول کے وقت بکثرت ملائکہ کا نزول ہوتا جو آپؐ کو اس کے معارف و نکات سے مطلع کرتے۔ امام ابن کثیر الطبرانی الصغیر کے حوالہ سے اپنی تفسیر میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب سورت الانعام کا نزول ہوا تو اس وقت ستر ہزار ملائکہ اس کے ساتھ نازل ہوئے۔

(تفسیر القرآن العظیم، لامام ابن کثیر، الجزء الثانی، صفحہ 1057
مطبوعہ دار ابن الہیثم۔ قاہرہ)

ان معارف کے نزول کے بعد آپؐ ان کی تبلیغ کا فرض سرانجام دیتے۔ جب صحابہ میں سے کسی کو کسی مقام قرآن کی سمجھ نہ آتی تو وہ آنحضورؐ سے اس کی معرفت پوچھ بھی لیتے۔ اس کام کے لئے آپ نے چار قرّاء کو خاص طور پر چنا ہوا تھا۔ جن میں سے دو مہاجر اور دو انصاری صحابہ تھے۔ یعنی حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس دور میں ان معروف صحابہ میں سے جنہوں نے علم التفسیر میں ایک نمایاں مقام و مرتبہ حاصل کیا ان میں حضرات خلفاء راشدین، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔

اس دور کے صحابہ کے میدان تفسیر میں مجاہدات کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ مثلاً مکہ معظّمہ، مدینہ، بصرہ، شام اور کوفہ کے اسلامی مراکز میں تفسیر کے میدان میں کافی کام ہوا۔ صحابہ کے شاگردوں کی جماعتیں تیار ہوئیں جنہوں نے آگے چل کر کتب مدون کیں۔ اس سلسلہ میں حدیث، تاریخ، تفسیر اور سیرت کی بنیادی اور اولین باقاعدہ کتب کے حوالہ سے امام محمد بن جعفر الکتانی اپنی تصنیف ''الرسالۃ المستطرفۃ'' میں ایک اساسی اہمیت کی حامل بات لکھتے ہیں کہ:

''سو پہلی (باقاعدہ) تصنیف اس ضمن میں جو مکہ میں لکھی گئی ابن جریج کی ہے، اس میں آثار صحابہ اور کچھ تفسیری نکات جو عطاء، مجاہد اور ان کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تلامذہ سے مروی تھے موجود تھے۔ اس کے بعد یمن میں معمر بن راشد یمانی کی کتاب تھی جن میں سنن تھیں۔ پھر مؤطا تھی۔ اس کے بعد سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جوامع تھیں جن میں آثار و تفسیر کے نکات تھے۔ یہ پانچ کتابیں اوائل اسلام میں باقاعدہ طور پر تصنیف کی گئیں۔''

(بحوالہ الرسالۃ المستطرفۃ صفحہ 9۔ الطبعۃ الخامسۃ۔ دار البشائر الاسلامیۃ۔ بیروت لبنان۔ 1993)

ابن جریج (ولادت:80ھ-وفات: 150ھ) کی اس تفسیر کا تذکرہ تاریخ میں بھی ملتا ہے۔

(بحوالہ ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین طبعۃ دار احیاء التراث العربی۔ جلد اول صفحہ 623)

ایسے ہی سفیان بن عیینہ (ولادت:107ھ-وفات:197ھ) کی مرتب کردہ ایک تفسیر ''تفسیر سفیان بن عیینہ'' بھی موجود ہے۔ جس کو تحقیق کے بعد احمد صالح محایری نے المکتب الاسلامی سے شائع کیا۔

سو معلوم ہوا کہ یہ بابرکت کام دور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں ہی شروع ہو کر اپنی ابتدائی منازل طے کرنے لگ پڑا تھا۔

تفسیر کو بنیادی طور پر دو اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے۔

1۔ تفسیر بالماثور

2۔ تفسیر بالرائے

تفسیر بالماثور

پروفیسر محمد علی الصابونی، مدرس مسجد نبوی صاحب تفسیر صفوۃ التفاسیر اپنی ایک کتاب ''التبیان فی علوم القرآن ''میں اس کو ''تفسیر بالروایۃ۔۔۔تفسیر بالنقل'' لکھتے ہیں۔ (التبیان فی علوم القرآن صفحہ 75، مطبوعہ دار عمر بن الخطاب) اس قسم کی تفسیر کو اردو میں اثری یا نقلی بھی کہتے ہیں۔

معروف مصری عالم پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین الذہبی (المتوفّیٰ 1977ء) کے نزدیک تفسیر بالماثور کے بنیادی ماخذ چار ہیں، آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین۔

(التفسیر والمفسرون، جلد اول صفحہ 137 مطبوعہ دار الحدیث القاھرۃ 2012ء)

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے سے مراد علم و عقل، تدبر و تفکیر اور اجتہاد کر کے قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنا اور قرآنی منطوق سمجھ کر، قرآن ہی کے دوسرے مقامات کی مدد سے اس کو کھولنا اور اس کو بتشریح بیان کرنا ہے۔

مفسرین نے اس کی دو مزید اقسام بیان کی ہیں۔ التفسیر بالرای المحمود اور التفسیر بالرای المذموم۔

پہلی قسم یعنی التفسیر بالرای المحمود کا مطلب یہ ہے کہ ایسی تفسیر جو قرآنی ہدایت، سنت و تعلیمات نبویہ، قرآنی منطوق، شریعت اسلامی اور اسلامی تشخص کے برخلاف نہ ہو۔ اور دوسری قسم یعنی التفسیر بالرای المذموم وہ ہے جو اس کے اُلٹ ہو۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ عن ابن عباسٍ، عن النبی ﷺ، قال: من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النارِ یعنی جس نے بھی قرآن سے متعلق کوئی بات اپنی آراء کی بنیاد پر کی تو گویا اس نے آگ میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔

(بحوالہ سنن الترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ
باب ما جآء فی الذی یفسّر القرآن برایہ حدیث نمبر 2951)

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں۔

''تفسیر بالرائے کا مطلب سمجھنے میں لوگوں کو لغزشیں ہوتی ہیں، تفسیر بالرائے کی ممانعت سے مقصود یہ نہ تھا کہ قرآن کے مطالب میں عقل و بصیرت سے کام نہ لیا جائے، کیونکہ اگر یہ مطلب ہو تو پھر قرآن کا درس و مطالعہ ہی بے سود ہو جائے گا، حالانکہ خود قرآن کا یہ حال ہے کہ اول سے لیکر آخر تک تعقل و تفکر کی دعوت ہے اور ہر جگہ مطالبہ کرتا ہے کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰی قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُھَا (محمد : 25) در اصل تفسیر بالرائے میں رائے لغوی معنی میں نہیں ہے، بلکہ رائے مصطلحہ شارع ہے اور اس سے مقصود ایسی تفسیر ہے، جو اس لئے نہ کی جائے کہ خود قرآن کیا کہتا ہے، بلکہ اس لئے کی جائے کہ ٹھہرائی ہوئی رائے کیا چاہتی ہے اور کس طرح قرآن کو کھینچ تان کر اس کے مطابق کر دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب باب عقائد میں ردو کد شروع ہوئی تو مختلف مذاہب کلامیہ پیدا ہو گئے، ہر مذہب کے مناظر نے چاہا اپنے مذہب پر نصوص قرآنیہ کو ڈھالے، وہ اس کی جستجو میں نہ تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے، بلکہ ساری کاوش اس کی تھی کہ کسی طرح اسے اپنے مذہب کا مؤید دکھلا دیں، اس طرح کی تفسیر بالرائے تھی۔''

(بحوالہ تفسیر ترجمان القرآن۔ جلد اول، صفحہ 51، 52۔ مطبوعہ اسلامی اکیڈمی۔ لاہور)

التفسیر بالرای المحمود کی ذیل میں معروف مصری عالم پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین الذہبی (المتوفّیٰ 1977ء) نے چند ایک تفاسیر گنوائی ہیں، جن میں امام فخر الدین الرازی کی مفاتیح الغیب، بیضاوی کی انوار التنزیل و اسرار التاویل، نسفی کی مدارک التنزیل و حقائق التاویل، خازن کی لباب التاویل فی معانی التنزیل، ابو حیان الاندلسی کی البحر المحیط اور امام محمود الآلوسی کی روح المعانی وغیرہ

(بحوالہ التفسیر والمفسرون، جلد اول۔ ماخوذ صفحہ 247-300
مطبوعہ دار الحدیث۔ القاہرہ سن 2012ء)

التفسیر بالرای المذموم میں وہ کیا صورتیں ہوسکتیں ہیں جن سے اس کی مناہی آئی ہے؟

اس سلسلہ میں پہلی صورت تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر پختہ علم کے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر قرآن کی تفسیر کے طور پر پیش کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کے متشابہ مقامات کو اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر از خود کھولنے کی کوشش کرنا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ان کلمات

قرآنیہ کو جن کو شرعی معانی میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج وغیرہ ان کو لغوی معانی میں استعمال کر کے تفسیر کی جائے۔ چوتھی صورت یہ ہوگی کہ اگر کوئی قرآن شریف کی دوسری آیات وتعلیمات، آنحضرتؐ کی ثابت شدہ ہدایات، آثار صحابہ کے برخلاف کوئی مؤقف اپنائے یا کسی قطعی اور متفق اور ثابت شدہ تفسیری نکتہ کے برخلاف مؤقف اپنایا جائے۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر کوئی قرآن کو اپنی رائے کے تابع کرنے کی کوشش کرے۔ یہ چند ایک صورتیں خلاصۃً بیان کی گئی ہیں، جو کہ مفسرین نے مذموم رائے والی تفسیر کے حوالہ سے بیان کی ہیں۔ ان تفاسیر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین الذہبی (المتوفّٰی 1977ء) معتزلہ، شیعہ، بابی اور بہائی تفاسیر کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(بحوالہ التفسیر والمفسرون، جلد اول و دوم۔ مطبوعہ دار الحدیث۔ القاہرہ سن 2012ء)

تفاسیر القرآن میں اخذ کردہ مناھج و اسالیب

ہر تفسیر کا ایک خاص منہج ہوتا ہے، وہ راستہ جو مفسر اپنے لئے چنتا ہے۔ اس راستہ کی پیروی کرتے ہوئے مفسر اپنے ہدف کو پاتا ہے۔ اس کو اردو میں تفسیری رجحان بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر مفسر ماہر لغت ہے تو وہ رنگ اس کی تفسیر میں بارہا نظر آئے گا۔ اگر مفسر صوفی ہے تو اس کی تفسیر میں صوفیانہ پن نظر آئے گا۔

ان تفسیری رجحانات کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفّٰی 1762ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں سات رجحانات کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

’’یہ بھی جاننا چاہئے کہ مفسرین اپنے مباحث اور تفسیری اسالیب کے اختلاف کی وجہ سے مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ قرآنی آیات سے موافق مرفوع اور موقوف احادیث ڈھونڈ کر لاتے ہیں، یا اقوال تابعین اور اسرائیلی روایات۔ یہ رجحان محدثین کی تفسیر میں پایا جاتا ہے۔ ان میں سے دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تاویل کرتے ہیں۔ اور وہ جو ان کے مذہب تنزیہ سے موافق نہ ہو تو اس کو ظاہری معنیٰ سے ہٹا دیتے ہیں۔ اس سے وہ پھر مخالفین (قرآن) کی ادلہ کا رد بعض آیات سے کرتے ہیں۔ یہ انداز متکلمین کا ہے۔ ان میں ایک گروہ وہ ہے جو آیات قرآنیہ سے فقہی احکامات کا استخراج و استنباط کرتے ہیں۔ اور بعض اجتہادات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔ یہ طریق تفسیر فقہاء کا ہے۔ اور ان میں سے ایک چوتھا گروہ ہے جو قرآن کی نحو اور اس کی لغت پر بحث کرتا ہے۔ اور ہر موضوع پر عرب کے کلام سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ یہ منہج ماہرین لغت اور نحویوں کا ہے۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو قرآن کے نکات علم المعانی والبیان کی قبیل سے نکالتے ہیں اور کلام پاک کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہ رجحان ادباء اور میدان بلاغت کے علماء کا ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ماہرین فن قراء اور علماء سے مروی قراءات کو بیان کرتے ہیں اور اس مجال میں ہر قسم کی کوشش اور محنت کرتے ہیں۔ یہ اسلوب مفسرین میں سے قراءٗ کا ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو علم سلوک اور علم حقائق سے متعلق معارف کا بیان کرتے ہیں۔ اور یہ منہج صوفیاء کا ہے۔‘‘

(بحوالہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر صفحہ 92،93۔ مطبوعہ بیت العلم کراچی۔ 2006ء)

مشہور تفسیری مناھج و اسالیب
اور تفسیر کبیر کی جامعیت

1۔ اثری منہج / تفسیر بالماثور / محدثانہ رجحان

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سب سے پہلے نبی رحمت حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کو خود سکھایا تھا اور اس کے مندرجات سے باخبر کیا تھا، اس لئے قرآن کے پہلے مفسر آنحضرتؐ خود تھے۔ آپ نے جس انداز میں صحابہ کرام کو قرآن سکھایا اور اس کی تشریح فرمائی، ان روایات کو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے محدثین و شارحین قرآن تک پہنچایا۔ اس طرح آیات قرآنیہ سے متعلق تشریحی احادیث ہم تک پہنچیں۔ اسی منہج کو اثری منہج یا تفسیر بالماثور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں مندرجہ ذیل معروف ہیں۔

جامع البیان فی تفسیر القرآن لابن جریر الطبری (224ھ تا 310ھ)
معالم التنزیل لابی محمد الحسین البغوی (433ھ تا 516ھ)
تفسیر القرآن العظیم لابی الفداء الحافظ ابن کثیر (701 ھ تا 774ھ)
الدر المنثور لجلال الدین السیوطی (849ھ تا 911ھ)

اور برصغیر پاک و ہند میں اسی منہج پر لکھی جانے والی تفاسیر میں مندرجہ ذیل مشہور ہیں۔

ترجمان القرآن (اردو)
از نواب صدیق حسن خان (1832ء - 1890ء)
فتح البیان (عربی)
از نواب صدیق حسن خان قنوجی (1832ء - 1890ء)
تفسیر احسن التفاسیر
از سید احمد حسن محدث دہلوی (1850ء - 1912ء)
مواہب الرحمٰن
از سید امیر علی ملیح آبادی
(1849ء - 1928ء)

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اثری تفسیر میں محدث مفسرین مرفوع اور موقوف احادیث کے ذریعہ سے تفسیر کرتے ہیں۔ یا پھر کسی اسرائیلی روایت کا ذکر کر کے اس حصہ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

تفسیر کبیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں اثری منہج کی چند مثالیں

آپ سورت الفرقان کی آیت 76 کی تفسیر میں فرماتے ہیں، (حوالہ درج کرنے سے قبل آیت کا متن دیا جا رہا ہے)

اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡہَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا

’’پھر غُرۡفَۃ کے ایک معنے جیسا کہ حل لغات میں (اَلۡغُرۡفَۃ: اس کے معنے ہیں اَلسَّمَآءُ السَّابِعَۃُ۔ اقرب) بتایا جا چکا ہے ساتویں آسمان کے بھی ہیں۔ اس لحاظ سے اس آیت کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ عباد الرحمٰن جنہوں نے دنیا میں انکسار اور عدل و انصاف کے ساتھ اپنی عمر بسر کی۔ جو دن کے اوقات میں بھی احکام الٰہی کے تابع رہے اور رات کی تاریکیوں میں بھی سجدہ و قیام میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے رہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے ہوئے انہیں ساتویں آسمان پر جگہ عنایت فرمائے گا یعنی وہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ رکھے جائیں گے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ ساتویں آسمان پر ہی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 207 - 209) اس کی طرف رسول کریمؐ نے اس حدیث میں

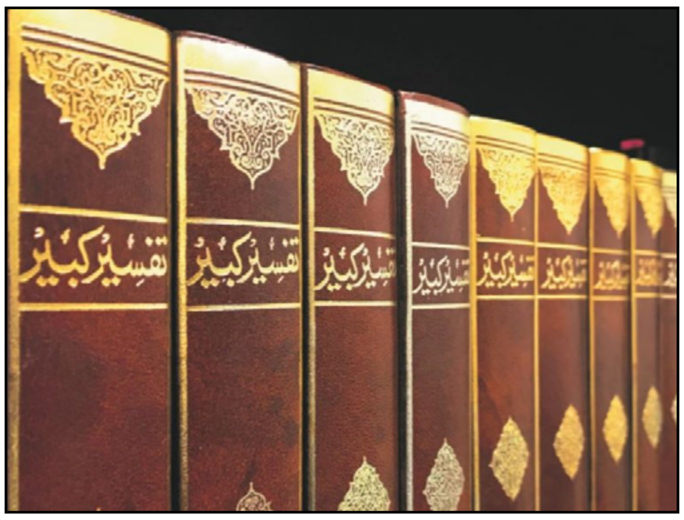

بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اِذَا تواضع العبد رفعہ اللّٰہ اِلی السماء السابعۃ (کنزالعمال جلد 2 صفحہ 25) کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ساتویں آسمان میں جگہ دیتا ہے۔ چونکہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کے لئے ھون اور تذلّل اختیار کیا ہوگا اس لئے خدا تعالیٰ بھی انہیں سب سے اونچا مقام رفعت عطا فرمائے گا۔ اور انہیں منازل قرب میں سے سب سے اونچی منزل عطا کی جائے گی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 597 پرنٹ ویل۔ امرتسر۔ 2010ء)

آپ سورۃ البقرہ کی آیت 274 کی تفسیر میں فرماتے ہیں، (حوالہ درج کرنے سے قبل آیت کا متن دیا جا رہا ہے)

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ ۫ یَحۡسَبُہُمُ الۡجَاہِلُ اَغۡنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعۡرِفُہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ ۚ لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ ﴿۲۷۴﴾

’’لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا کے یہ معنے نہیں کہ وہ سوال تو کرتے ہیں مگر لوگوں سے چمٹ کر نہیں صرف نرمی سے مانگ لیتے ہیں۔ بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ لوگوں سے سوال ہی نہیں کرتے۔ گویا اِلۡحَاف سوال کو مقید کرنے کے لئے نہیں بلکہ سوال کی شناعت بیان کرنے کے لئے ہے۔ یعنی وہ اِلۡحَاف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اِلۡحَاف چاہتا ہے کہ انسان دائماً مسئول عنہ کے ساتھ لگا رہے۔ اور وہ خدا کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ پس وہ اپنی غربت چھپانے کے لئے امراء کا سایہ بننے سے بھی گریز کرتے ہیں۔ اور اس طرح دوسرے لوگوں سے جو سوالِ مجسم بن کر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے اس سے بھی محروم رہتے ہیں۔ گویا یہ الفاظ بطور تفسیر ہیں نہ کہ بطور قید۔ خود رسول کریمؐ سے بھی یہی معنیٰ ثابت ہیں۔ چنانچہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ لَیۡسَ الۡمِسۡکِیۡنُ الَّذِیۡ تَرُدُّہُ التَّمۡرَۃُ وَالتَّمۡرَتَانِ، وَلَا اللُّقۡمَۃُ وَاللُّقۡمَتَانِ اِنَّمَا الۡمِسۡکِیۡنُ الَّذِیۡ یَتَعَفَّفُ اِقۡرَءُوۡا اِنۡ شِئۡتُمۡ لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا (بخاری کتاب التفسیر) یعنی مسکین وہ نہیں جسے ایک یا دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے دے دیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال ہی نہیں کرتا۔ یہ اِلۡحَاف کی رسول کریمؐ نے خود تفسیر بیان فرمائی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ لَیۡسَ الۡمِسۡکِیۡنُ الَّذِیۡ یَطُوۡفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقۡمَۃُ وَاللُّقۡمَتَانِ وَالتَّمۡرَۃُ وَالتَّمۡرَتَانِ وَلٰکِنِ الۡمِسۡکِیۡنُ الَّذِیۡ لَا یَجِدُ غِنًی یُغۡنِیۡہِ وَلَا یُفۡطَنُ بِہٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیۡہِ وَلَا یَقُوۡمُ فَیَسۡاَلُ النَّاسَ۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللّٰہ عزّ و جلّ لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا) یعنی مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے اور اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جاتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ لوگوں کو اس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اسے صدقہ ہی دے دیں اور نہ ہی وہ لوگوں سے سوال کر کے اپنی حاجت پوری کرے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسکین دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو لوگوں سے سوال کرتے پھرتے ہیں اور انہیں دوسروں سے مانگنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ جو لوگوں سے مانگتے نہیں بلکہ

کام کر کے روزی کماتے ہیں۔ لیکن ان کی آمد اس قدر کم ہوتی ہے کہ وہ بھی قابل امداد ہوتے ہیں۔ بہر حال احادیث میں سوال کرنے سے سخت روکا گیا ہے۔ اور سوائے تین آدمیوں کے اور کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ لِذِی فَقْرٍ مُدْقِعٍ أَوْ لِذِی غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ لِذِی دَمٍ مُوجِعٍ (مشکٰوۃ المصابیح) یعنی تین آدمیوں کے سوا اور کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ اول اس کے لئے جس کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہ ملتی ہو۔ یعنی ایسی حالت ہوگئی ہو کہ اور کسی ذریعہ سے اس کو کھانا ملنا ناممکن ہو۔ دوم جس پر بِلا اس کے کسی قصور کے چٹی پڑ گئی ہو اور اسے وہ ادا نہ کرسکتا ہو۔ سوم کوئی قتل ہوگیا ہو اور اس کی دیت ادا کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ ایسے موقع پر اس کے لئے سوال کرنا جائز ہے۔ مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ ان لوگوں کے لئے دوسروں کو سوال کرنا جائز ہے نہ کہ خود اس کو۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ دو شخص رسول کریمؐ کے پاس سوالی بن کر آئے آپ نے ان کو سر تا پا دیکھا اور فرمایا۔ إن شئتما أعطيتكما، ولا حظ فيها لغني، ولا لقوی مكتسب (مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 362) یعنی اگر تم چاہو تو میں تم کو مال دے دیتا ہوں۔ مگر صدقہ کے مال میں صدقہ دینے والے آسودہ حال اور کمانے والے کا کوئی حق نہیں۔ اسی طرح آپ نے ایک اور موقع پر فرمایا۔ من سأل وعنده ما يغنيه فإنما يستكثر من نار جهنم یعنی جو شخص دوسروں سے سوال کرے اور اس کے پاس اتنی چیز موجود ہو جو اس کے کام آسکے تو وہ جہنم کی آگ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وما يغنيه؟ کفایت کرنے والی چیز سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ما يغديه أو يعشيه ایسی چیز جو اس کے صبح یا شام کے کھانے میں کام آسکے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 181)

غرض لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا (البقرہ:274) میں بتایا کہ وہ لوگ دوسروں سے سوال ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ خود سوال کرنا ہی اپنی ذات میں إِلْحَاف ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 628-629 پرنٹ ویل۔ امرتسر۔ 2010ء)

ایک اور مقامِ قرآنی کی تفسیر میں یہی رجحان نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ سورت التکویر کے تعارف میں قرآنی کلمہ ''الساعةُ'' کو احادیث نبویہ کی روشنی میں مزید کھولتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''جیسا کہ قرآن کریم کے محاورہ میں قیامت سے مراد اس دنیا کا انقلاب بھی لیا گیا ہے۔ احادیث نبی کریمؐ میں بھی قیامت اور ساعۃ ان معنوں میں مستعمل ہوئے ہیں۔ چنانچہ بخاری کتاب الایمان باب سوال جبریل عن علم الساعة میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل انسانی شکل میں متمثل ہوکر رسول کریمؐ اور آپ کے ساتھ کے صحابہ کو بھی نظر آئے اور رسول کریمؐ سے سوال کیا کہ متی الساعة؟ قیامت کب آنے والی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ما المسئول عنها بأعلم من السائل، وسأخبرك عن أشراطها إذا ولدت الأمة ربها، وإذا تطاول رعاة الإبل البهم في البنيان یعنی اس بارہ میں سائل سے زیادہ مجھے علم نہیں ہاں میں اس کی علامات بتا دیتا ہوں۔ اس کی علامات یہ ہیں کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور اونٹوں کے چرانے والے اونچے اونچے مکان بنائیں گے۔ چنانچہ یہ بنو عباس کی ترقی کے زمانہ میں ہوا۔ اکثر بادشاہوں نے لونڈیوں کو گھر میں ڈالا اور ان کی اولاد بادشاہ ہوئی اور ان کے رشتہ داروں کے ذریعہ سے عرب حکومت تباہ ہوگئی۔ اسی طرح اس زمانہ میں بجائے محنت اور قربانی اور سفروں کے عرب لوگوں نے شہری زندگی اختیار کر لی اور بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں مشغول ہو گئے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مجلس میں رسول کریمؐ باتیں کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے ساعت کے بارہ میں سوال کیا۔ آپؐ بات کرتے رہے اور اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ جب پہلی بات ختم کر چکے تو فرمایا۔ ساعت کے بارہ میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ سوال کرنے والے نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ فإذا ضيعت الأمانة فانتظر الساعة یعنی جب امانت میں کمی آ جائے گی تو اس وقت سے قیامت کا انتظار کرو۔ اس پر اس شخص نے کہا۔ کیف إضاعتها؟ یا رسول اللہ ﷺ امانت کس طرح ضائع ہو گی؟ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة۔ (بخاری کتاب العلم بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْغُولٌ فِي حَدِيثِهِ) یعنی امانت سے مراد امانت حکومت ہے۔ پس جب حکومت نااہل لوگوں کے سپرد کی جائیگی اس وقت سے قیامت کے منتظر ہو جاؤ۔ اس جگہ قیامت سے مراد مسلمانوں کی تباہی اور تنزّلی کا وقت ہے۔

اسی طرح بخاری میں آتا ہے۔ إن من أشراط الساعة أن يرفع العلم ويثبت الجهل، ويشرب الخمر، ويظهر الزنا (کتاب العلم باب رفع العلم) یعنی قیامت کی علامات میں سے یہ علامات ہیں کہ علم اٹھ جائیگا اور جہالت قائم ہو جائیگی اور شراب پی جائیگی اور زنا علیٰ الاعلان کیا جائے گا۔ یعنی کنچنیوں کا طریق رائج ہو جائیگا اور لوگ اپنی زناکاریوں کا مجالس میں فخر سے ذکر کریں گے۔ اس حدیث میں قیامت سے مراد اسلام کا تنزّل ہے۔

اسی طرح بخاری کی حدیث ہے لا تقوم الساعة حتى يقبض العلم وتكثر الزلازل ويتقارب الزمان وتظهر الفتن ويكثر الهرج وهو القتل حتى يكثر فيكم المال فيفيض (کتاب الاستسقاء۔ باب ما قیل فی الزلازل) یعنی قیامت اس وقت تک نہ آئیگی جب تک علم مٹ نہ جائے اور زلازل کثرت سے نہ آئیں اور علم تاریخ ترقی نہ کر جائے اور کثرت سے فتن ظاہر نہ ہوں اور قتل کا رواج ترقی نہ کر جائے اور مال کی اس قدر زیادتی نہ ہو جائے کہ لوگ مسرف ہو جائیں۔ یہ حدیث بھی مسلمانوں کے تنزّل کو قیامت کا نام دیتی ہے۔ اسی طرح بخاری میں حدیث ہے۔ لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوما نعالهم الشعر ''لا تقوم الساعة حتى تقاتلوا قوماً كأنّ وجوههم المجان المطرقة (کتاب الجهاد باب قتال الترك) یعنی قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو کہ ان کی جوتیاں بالوں والی ہوں گی اور ان کے منہ ڈھالوں کی طرح چپٹے ہوں گے۔ یہ ترکوں کے حملوں کی طرف اشارہ ہے اور مراد یہ ہے کہ اسلامی تنزل کا زمانہ ترکوں کے حملوں سے شروع ہو گا۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ بعثت انا والساعة كهاتين، یعنی إصبعين (بخاری، کتاب الرقاق۔ باب قول النبی انا والساعة كهاتين) یعنی آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو جوڑ کر دکھایا اور فرمایا کہ میرا اور قیامت کا زمانہ اسی طرح ساتھ ملا ہوا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ رسول کریمؐ کے زمانہ پر تو تیرہ سو سال ہو گئے اور اب تک قیامت نہیں آئی۔ پس اس جگہ قیامت کے معنے کچھ اور ہیں۔ اور وہ معنے اسلام کی ترقی کے ہیں اور آپؐ کا ارشاد یہ ہے کہ بعض نبی ایسے آئے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کے مرنے کے بہت بعد جا کر ترقی کی ہے مگر مجھ سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ میرے زمانہ میں ہی اسلام کی ترقی ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اسی طرح ترمذی میں ہے۔ اقتراب الساعة هلاك العرب یعنی قیامت کے قریب آنے کے ایک معنے عربوں کی ہلاکت کے ہیں چنانچہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ کے میں نے یہی معنے کئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم اور احادیث میں لفظ قیامت کے معنے قیامت کبریٰ کے بھی ہیں یعنی اس قیامت کے جو تمام انسانوں کی ہلاکت سے یا ان کے دوبارہ اٹھنے سے ظاہر ہو گی اور اس کے معنے کسی قومی ترقی کے بھی ہیں اور کسی قوم کے تنزّل کے بھی اور کسی فرد کی موت کے بھی۔ پس رسول کریمؐ نے جو یہ فرمایا کہ جو شخص یوم القیامۃ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو وہ ان سورتوں کو پڑھ لے اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہوسکتا کہ ان سورتوں میں صرف اسی قیامت کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد آنیوالی ہے۔ اگر قرآن قیامت کے کئی معنے لے سکتا ہے تو رسول کریمؐ بھی اس لفظ کو اس کے متعدد معانی میں استعمال فرما سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 192-194 پرنٹ ویل امرتسر 2010ء)

(باقی آئندہ بروز منگل ان شاءاللہ)

درخواست دعا

مکرم مبارک احمد طاہر سیکرٹری نصرت جہاں اسکیم ان دنوں پھیپھڑوں میں پانی کی وجہ سے بیمار ہیں اور طاہر ہارٹ میں داخل ہیں۔ قارئین الفضل سے آپ کی مکمل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

دعا کا تحفہ

مصیبت کے وقت مومنوں کی دعا

خدا کے صابر مومن بندوں پر جب کوئی مصیبت یا صدمہ پہنچے تو وہ یہ دعا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر ان کے رب کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (البقرہ: 156 - 158)

حضرت حسین بن علیؓ کی روایت ہے کہ مومن مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسی قدر اجر عطا فرماتا ہے۔

(ابن ماجہ)

اس لئے گم شدہ چیزیں بھی اس دعا کی برکت سے مل جاتی ہیں۔ دعا یہ ہے:۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (البقرہ: 157)

یقیناً ہم اللہ ہی کے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف ہم رجوع کرنے والے ہیں۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 41)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

منور علی شاہد ۔ جرمنی

خلافت ثانیہ میں
لاہور میں امارت کے نظام کا قیام اور اس کا استحکام

تاریخ احمدیت میں لاہور شہر کو جو مقام اور اہمیت حاصل رہی وہ مسلّمہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ خلفائے احمدیت، جیّد صحابہ کرامؓ، بزرگان سلسلہ احمدیہ اور خاندان اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے افراد خانہ کا لاہور شہر سے گہرا تعلق رہا۔یہ نسبت مختلف پہلوؤں سے رہی، ان میں دنیاوی علم کا حصول، لاہور کے اہم رؤساء سے ملاقاتیں، تبلیغی نشستیں، علم و عرفان سے بھر پور مذاکرے اور مباحثے، جماعتی اجتماعات، مختلف موضوعات پر لیکچرز اور علاج و معالجہ و دیگر شامل ہیں۔لاہور سے تعلق کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفروں میں ہم آتے جاتے تھے۔اس وقت عموماً جب آپ کو رستہ میں ٹھہرنا پڑتا تو لاہور یا امرتسر میں ہی ٹھہرتے۔''

(جماعت احمدیہ لاہور سے خطاب،فرمودہ 19 فروری 1954ء رتن باغ لاہور روزنامہ الفضل تیرہ دسمبر 1961ء صفحہ 2)

لاہور کی اہمیت یوں مزید دو چند ہو جاتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے لاہور کو اپنا دوسرا شہر قرار دیا ہوا تھا۔20/ فروری 1920ء کو حضورؓ نے قادیان واپس روانگی سے پہلے احباب جماعت لاہور (جن میں مرد، خواتین اور طالب علم شامل تھے) کے سامنے ایک معرکۃ الآراء خطاب ارشاد فرمایا تھا جو ''جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے الفضل اور دیگر جماعتی کتب میں شائع شدہ موجود ہے۔اس خطاب کے شروع میں ایک جگہ پر لاہور کی حیثیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں لاہور میں تقریباً بیس سال سے آتا ہوں اور یہاں خدا تعالیٰ نے میرا ایک خاص تعلق بھی پیدا کیا ہوا ہے یعنی یہیں وہ گھر ہے جس میں میرا بیاہ ہوا ہے۔اس لحاظ سے قادیان کے بعد لاہور میرے گھر کی حیثیت رکھتا ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل یکم فروری 2019ء)

خلافت ثانیہ کے دور میں

1918ء میں لاہور میں امارت کے نظام کی ابتداء ہوئی تھی۔آج ہم 2022ء میں رہ رہے ہیں یوں لاہور میں امارت کے نظام کے قیام کو 104 سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔یہ عرصہ جماعت احمدیہ لاہور اور سلسلہ احمدیہ کی آزمائشوں، جانی و مالی قربانیوں، کامیابیوں اور ترقیات کی شاندار اور روشن تاریخ ہے۔اس عرصہ میں خلافت کے ساتھ والہانہ وابستگیوں، اطاعت اور خدمت دین کی ناقابل یقین لیکن سچی داستانیں رقم ہوئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظروں میں لاہور کی اہمیت کیا تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگتا ہے کہ جب لاہور کے پہلے دو امراء کے انتخاب ہوئے تو حضرت مصلح موعودؓ بنفس نفیس دونوں انتخابات کے مواقع پر لاہور میں تشریف فرما تھے۔پہلی بار 1918ء میں لاہور کے پہلے امیر اور 1931ء میں دوسرے امیر لاہور کا انتخاب ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور کے احمدیہ ہوسٹل میں تشریف فرما تھے اور منظوریاں عطا فرمائی تھیں، ان کی روداد اگلی سطور میں پڑھنے کو ملیں گی۔لاہور کی پہلی چار امارتوں نے براہ راست حضرت مصلح موعودؓ سے فیض پایا اور راہنمائی حاصل کی۔ان سالوں میں حضرت مصلح موعودؓ نے مجموعی طور پر لاہور کے بے شمار دورے کیے اور ان دوروں میں معرکۃ الآراء خطاب ارشاد فرمائے۔تبلیغی پروگراموں اور نشستوں میں علم و عرفان سے بھرپور لیکچر دیے اور دہلی دروازہ کی مسجد میں جمعہ کے خطبات ارشاد فرمائے۔تقسیم ہند کے بعد رتن باغ لاہور میں حضور اور خاندان اقدس کا قیام، جلسہ سالانہ کا انعقاد، الفضل کی لاہور سے سات سال تک اشاعت، سیلاب کے بعد لاہور کے متاثرہ علاقوں کا دورہ سمیت دیگر بہت سے ایسے امور ہیں جو لاہور کے نصیب میں آئے تھے۔ان کی فہرست بہت طویل ہے اور تاریخ کے اوراق میں سب محفوظ ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذاتی نگرانی کے نتیجہ میں لاہور میں امارت کے نظام کو غیر معمولی استحکام حاصل ہوا۔

لاہور میں پہلی امارت کا قیام
(1918ء تا 1931ء)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ چھ فروری 1893ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔آپؓ کا آبائی گاؤں ڈسکہ تھا۔آپ کے والد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب پلیڈر اپنے وقت کی ایک معروف و مشہور شخصیت تھے اور ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ (متحدہ ہندوستان) بھی رہے تھے۔چوہدری نصر اللہ خان صاحب کے چار بیٹے تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانؓ، چوہدری شکر اللہ خان صاحب، چوہدری عبد اللہ خان صاحب اور چوہدری اسد اللہ خان صاحب۔حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب کی اولاد میں سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے بیٹے کو لاہور جماعت کا امیر بننے کی سعادت ملی۔ان کے ایک پوتے (چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب) بھی لاہور کے امیر رہے۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ سب سے بڑے بیٹے تھے، آپ نے وکالت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اسے اپنا پیشہ بنایا اور کچھ عرصہ بعد لاہور شفٹ ہوگئے اور وکالت شروع کی۔1918ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور میں تشریف لائے ہوئے تھے اور ''احمدیہ ہوسٹل'' میں قیام فرما تھے اور لاہور کے مخلص احمدیوں کو احمدیہ ہوسٹل میں بلایا ہوا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس موقع پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کی لاہور جماعت کے امیر کی حیثیت سے احباب جماعت لاہور کی رائے لینے کے بعد نامزدگی فرمائی تھی اور آپ کو پہلا امیر لاہور نامزد فرمایا تھا۔1918ء وہ تاریخی سال ہے جب پہلی بار دو امارتیں قائم فرمائی تھیں ایک لاہور میں اور دوسری فیروز پور (بھارت) میں۔

اپنی تقرری کے حوالے سے حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ صاحب ''تحدیث نعمت'' میں لکھتے ہیں کہ:

''خلافت ثانیہ کے ابتدائی سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بعض جماعتوں میں امارت کا نظام جاری فرمایا۔خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب سب سے پہلے امیر فیروز پور مقرر ہوئے۔تھوڑے عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور تشریف لائے اور ایمپریس روڈ پر احمدیہ ہوسٹل میں قیام فرمایا۔والد صاحب بھی قادیان سے تشریف لائے اور ماموں صاحب داتا زید کا سے آئے۔میں ان دنوں بازار جج محمد لطیف میں رہتا تھا۔دونوں بزرگ وہیں قیام فرما تھے۔ایک شام جب دونوں احمدیہ ہوسٹل حضورؓ کی خدمت میں حاضری کے لئے تشریف لے گئے تو میں غالباً دفتر کے کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے ان کی ہمراہی سے اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں حاضری سے محروم رہا۔واپسی پر والد صاحب نے کسی قدر شکوے کے لہجے میں کہا کہ آج تم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر نہیں تھے۔حضورؓ نے جماعت لاہور کے افراد سے مشورہ طلب کیا تھا کہ لاہور میں کسے امیر مقرر کیا جائے؟ماموں صاحب نے جلدی سے کہا کہ مشورے کے بعد حضورؓ نے تمہیں امیر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے، مبارک ہو۔اس پر والد صاحب نے فوراً فرمایا کہ تمہارے حق میں صرف ایک رائے تھی''

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ

(تحدیث نعمت صفحہ 211 - 212)

اسی طرح تاریخ احمدیت جلد چہارم فصل پنجم کے صفحہ 213 پر حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی بطور امیر لاہور نامزدگی بارے لکھا موجود ہے۔(مولف مکرم مولانا دوست محمد شاہد مؤرخ احمدیت)

آپ کی امارت کا عرصہ تقریباً تیرہ سالہ پر محیط رہا۔اس عرصہ میں آپؓ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاہور آمد سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور منعقدہ سوال و جواب کی محفلوں سمیت دیگر روحانی و علمی مجالس میں لاہور کے معززین اور پڑھے لکھے افراد کو مدعو کیا جاتا رہا جنہوں نے حضورؓ سے خوب علمی فیض پایا۔لاہور میں امارت کے قیام کے اگلے سال 1919ء میں لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ''اسلام اور تعلقات بین الاقوام'' کے موضوع پر بریڈ لاء ہال میں تقریر کی، جبکہ دوسری تقریر بعنوان ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کے زیر اہتمام حبیبیہ ہال میں ارشاد فرمائی۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 455)

اسی طرح فروری 1920ء میں حضورؓ پھر لاہور تشریف لائے اور مکرم چوہدری صاحب امیر لاہور نے اس بار 5 حضور کی تقاریر منعقد کرائیں جس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد نے شرکت کی۔اگلے دو سالوں میں

حضور نے مسلسل لاہور کے سفر اختیار کیے۔فروری 1922ء میں حضورؓ جب لاہو ایک ہفتہ کے لئے تشریف لائے تو امیر صاحب لاہور حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کی کوٹھی پر قیام فرمایا۔اس سفر کے دوران حضور نے شہزادہ پرنس آف ویلز کے استقبال میں شرکت فرمائی۔

(تاریخ احمدیت لاہور)

اس طرح آپؓ کے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کی تبلیغ اور تعارف کے کام انتہائی اعلیٰ سطح پر ہوتے رہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے امیر لاہور کی حیثیت سے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کے بارے میں مجلس مشاورت 1927ء میں فرمایا تھا ”اس کا امیر بھی ایک ایسا شخص ہے جس سے مجھے تین وجہ سے محبت ہے۔ایک تو ان کے والد کی وجہ سے جو نہایت مخلص احمدی تھے۔انہوں نے دین کی محبت میں اپنی نفسانیت اور ”میں“ کو بالکل ذبح کر دیا تھا اور ان کا اپنا قطعاً کچھ نہ رہا تھا سوائے اس کہ خدا راضی ہو جائے۔ایسے مخلص انسان کی اولاد سے مجھے خاص محبت ہے۔دوسری وجہ یہ ہے ان میں ذاتی طور پر اخلاص ہے اور آثار و قرائن سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر ہر وقت قربانی کے لئے تیار رکھتے ہیں۔تیسری وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں علم، عقل اور ہوشیاری دی ہے اور وہ زیادہ ترقی کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں“۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 501)

آپؓ کی امارت کے دوران ہی لاہور میں لجنہ اماء اللہ لاہور کا قیام 1923ء میں عمل میں آیا۔1924ء میں آپؓ کی امارت میں دہلی دروازہ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی جس نے بعد میں لاہور میں جماعت کے نظام کو مستحکم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کے دور امارت میں خدمات کی فہرست بہت طویل ہے یہاں اختصار کیساتھ سپرد قلم کی گئیں ہیں لیکن دیگر کتب اور مضامین میں مزید پڑھا جاسکتا ہے۔

آپؓ کی وفات یکم ستمبر 1985ء کو لاہور میں ہوئی تھی۔وفات کے وقت آپؓ کی عمر 93 سال تھی۔تین ستمبر کو ربوہ میں تدفین ہوئی۔روزنامہ جنگ لاہور کی ایک نمایاں خبر کے مطابق سر ظفر اللہ کو ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کی لندن سے موصولہ ہدایت کے مطابق نماز جنازہ جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی رفیق مولوی محمد حسین نے پڑھائی۔نماز جنازہ میں 80000 کے قریب افراد شریک ہوئے۔ربوہ روانگی سے قبل پولو گراؤنڈ لاہور کینٹ میں نماز جنازہ ان کے داماد چوہدری حمید نصر اللہ خان

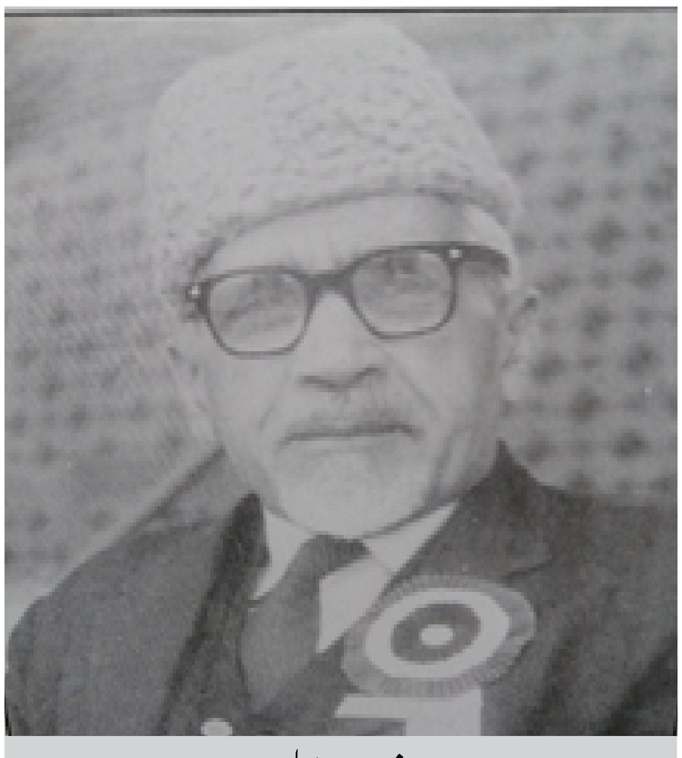

محترم قاضی محمد اسلم صاحب

امیر جماعت لاہور نے پڑھائی۔

(روزنامہ جنگ لاہور 4 ستمبر 1985ء)

ماہنامہ خالد ربوہ خصوصی ضمیمہ کی رپورٹ کے مطابق حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی لنڈن سے مرسلہ کی ہدایت کے مطابق ربوہ میں نماز جنازہ حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے پڑھائی۔مقبرہ بہشتی میں تدفین مکمل ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے دعا کرائی۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ستمبر 1985ء صفحہ نمبر 2۔یاد رہے کہ ان دنوں روزنامہ الفضل ربوہ حکومتی پابندیوں کی وجہ سے شائع نہیں ہوتا تھا)

لاہور میں دوسری امارت (1931ء تا1934ء)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کے بعد قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے کو1931ء میں لاہور کے دوسرے امیر ہونے کی سعادت ملی تھی۔آپ 2/فروری 1900ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔آپ کی وفات 15 دسمبر 1981ء کو لاہور میں ہوئی۔وفات کے وقت آپ کی عمر تقریبا 82 سال تھی۔16 دسمبر کو مرحوم کا جسد خاکی ربوہ لے جایا گیا جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے استاد محترم کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) نے دعا کرائی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 دسمبر 1981ء صفحہ اول)

قاضی محمد اسلم صاحب کے والد محترم کا نام ڈاکٹر کرم الٰہی تھا۔قاضی محمد اسلم صاحب نے ابتدائی تعلیم امرتسر سے حاصل کی۔اس کے بعد چندی گڑھ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور علم و تدریس کے شعبہ سے وابسطہ ہوگئے۔ابتدائی سالوں میں چندی گڑھ یونیورسٹی میں پڑھایا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے خدمات دینیہ بجالانے کے ساتھ ساتھ شعبہ تعلیم میں غیر معمولی مقام اور اعلیٰ ماہر تعلیم کی حیثیت سے شہرت پائی۔لاہور کے گورنمنٹ کالج میں بطور لیکچرار ملازمت شروع کی تو پھر وہاں سے کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔اس دوران فلاسفی، سائیکالوجی سمیت کالج کے تمام اہم شعبہ جات کی سربراہی اور بطور ممبر کام کیا اور اپنی اہلیت اور قابلیت کا لوہا منوایا۔ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل بھی رہے۔آپ کے شاگردوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں میں ہے۔سرفہرست شاگردوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام شامل ہیں۔

آپ کی خدمات دینیہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے اور کتب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے میں آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔روزنامہ الفضل ربوہ میں شائع رپورٹ کے مطابق آپ نے حضرت اقدس کی کتاب حقیقۃ الوحی کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا تھا،اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کی تصنیف دعوت الامیر کا انگریزی ترجمہ ”انویٹیشن ٹو احمدیت“ کے نام سے کیا۔اس کے علاوہ بھی قلمی و علمی خدمات تھیں جن کو بجالانے کی سعادت ملی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 دسمبر 1981ء)

1918ء میں امارت کے نظام کے قیام کے بعد (لاہور کے پہلے منتخب امیر) اس بارے آپ لکھتے ہیں کہ:

”میرا انتخاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی موجودگی میں احمدیہ ہوسٹل ایمپریس روڈ میں جماعت کے جلسہ میں کروایا اور وہیں منظوری دی۔“

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 503)

محترم شیخ بشیر احمد صاحب

قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے کا دور امارت 1934ء تک رہا تھا۔آپ ایک ماہر تعلیم تھے، گورنمنٹ کالج لاہور کو لیکچرار کے طور پر جوائن کیا تھا اور اس کے پرنسپل کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے تھے۔آپ کی امارت میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لاہور کے دوروں کے دوران تین اہم ترین موضوعات پر لیکچر ارشاد فرمائے تھے ان میں ایک لیکچر ”سیرت النبی ﷺ“ پر، دوسرا ”مذہب اور سائنس“ کے عنوان پر اور تیسرے لیکچر کا موضوع ”ام الالسنۃ“ تھا، یہ لیکچرز بریڈ لے ہال، میونسپل ہال اور وائی ایم سی اے ہال میں منعقد ہوئے تھے۔آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کتب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت ملی تھی (بحوالہ صد سالہ جوبلی مجلہ لاہور)۔دہلی دروازہ کی مسجد کے ایک حصہ پر چھت ڈالی گئی اور مبلغ سلسلہ کی رہائش کا انتظام ہوا۔آپ کی امارت کا دور تقریبا چار سال تک رہا۔آپ کی وفات کا تذکرہ شروع میں ہو چکا ہے، اس موقع پر ان دنوں کے الفضل ربوہ کے شماروں میں ان کے شاگردوں اور ہم عصر ساتھیوں کی جانب سے متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں قاضی محمد اسلم کی خدمات اور اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے۔تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے فزکس شعبہ کے اساتذہ و طلباء کی جانب سے تعزیتی قرار داد پاس کی گئی اور اس میں ان کی دینی و تعلیمی خدمات کو سراہا گیا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 24 جنوری 1982ء)

آپ کی طرح، آپ کی اولاد بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔ان میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ایک بیٹے قاضی منصور احمد صاحب جنیوا (سوئزرلینڈ) میں اقوام متحدہ کے مشن میں پاکستان کے سفیر اور مستقل نمائندے کی حیثیت سے خدمات بجا لاتے رہے، جبکہ دوسرے بیٹے قاضی شاہد احمد لندن کے بنک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل میں سینئر اکاؤنٹسٹ کے عہدہ پر فائز رہے۔

لاہور میں تیسری امارت (1934ء تا1954ء)

جسٹس (ر) شیخ بشیر احمد صاحب لاہور جماعت کے تیسرے امیر تھے اور آپ کا انتخاب 1934ء میں ہوا تھا اور 1954ء تک لاہور کے امیر رہے تھے۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 506)

آپ کا لاہور کے ممتاز قانون دانوں میں شمار ہوتا تھا لاہور ہائیکورٹ کے جج رہے۔ان کی صاحبزادی مکرمہ نعیمہ جمیل کے ایک مضمون کے مطابق آپ 23 اپریل 1902ء کو پیدا ہوئے دوران تعلیم احمدیہ ہوسٹل لاہور

میں مقیم رہے۔ بی اے کے بعد وکالت کی تعلیم حاصل کی دیوانی مقدمات میں شہرت پائی۔ 1960ء میں سیرالیون میں ہونے والی ایک کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی اور واپسی پر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 11 مئی 2002ء)

آپ کے دور امارت میں لاہور کی وسعت کو دیکھتے ہوئے شہر کو متعدد حلقوں میں تقسیم کرکے صدر حلقہ و دیگر عہدیداران کی تقرری کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی راہنمائی میں متعدد اہم امور سرانجام دینے کی توفیق ملی، جبکہ متعدد ایسے مواقع بھی آئے جب لاہور میں خلیفہ وقت کی موجودگی میں اہم ذمہ داریاں نبھائی گئیں۔ کچھ قابل ذکر اہم واقعات میں حضرت سیدہ ام طاہرؓ کی بیماری اور وفات کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک ہفتہ لاہور میں قیام اورحضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''مصلح موعود'' کے ہونے کی اطلاع کا ملنا، جو لاہور کے امیر شیخ بشیر احمد صاحب کی رہائش گاہ 13ٹیمپل روڈ لاہور میں قیام کے دوران ملی تھی۔ لاہور کی تاریخ احمدیت کے مطابق 1944ء میں جب حضورؓ،حضرت سیدہ ام طاہرؓ کی بیماری کے ایام میں لاہور میں محترم بشیر احمد صاحب ایڈوکیٹ کے مکان پر قیام فرماتے تھے تب حضورؓ کو پانچ اور چھ جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو بذریعہ رؤیا بتایا گیا کہ ''مصلح موعود'' آپ ہی ہیں۔ چنانچہ 28 جنوری 1944ء کو قادیان میں حضورؓ نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں پہلی مرتبہ اس کا اعلان فرمایا۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 523)

مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کو کشمیر کمیٹی کے حوالے سے بھی بہت خدمت کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ آپ کے دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لاہور میں کمیونزم کے خلاف ایک پرمغز خطاب ارشاد فرمایا۔ دہلی دروازہ میں مبلغ لاہور کے لئے رہائش گاہ کی تعمیر کی تکمیل ہوئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد لاہور میں رتن باغ کے مقام پر قادیان کے مہاجرین کی رہائش گاہوں کا انتظام، جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کا اہتمام، اور دیگر معاملات کو آپ نے اپنی بصیرت اور احباب جماعت کے تعاون سے احسن طریق سے نبھایا الحمد للہ۔ شیخ بشیر احمد صاحب امیر لاہور کی رہائش گاہ دہائیوں تک مرکزی دفتر کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی آپ کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار مجلس عاملہ لاہور اور عہدیداران لاہور کے اجلاس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شرکت فرمائی اور قیمتی نصائح سے نوازا۔ یونیورسٹی ہال میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکے بعد دیگرے چھ لیکچرز مختلف موضوعات پر یہاں صاحب علم افراد کے سامنے ارشاد فرمائے تھے۔ آپ کی امارت کے آخری سال 1953ء میں جماعت مخالف خوفناک فسادات ہوئے جس میں جماعت احمدیہ نے مالی اور جانی قربانیاں دیں اور گرفتاریاں بھی ہوئیں، آپ بھی گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمدؓ اورحضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) بھی شامل تھے۔ ان فسادات کی روئیداد ''رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے فسادات پنجاب 1953ء'' کے نام سے شائع شدہ موجود ہے۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے بطور وکیل بھی اس کیس میں جماعت کی نمائندگی کی لیکن ایک پیسہ بھی وصول نہ کیا جبکہ ان کی فیس کی مالیت اس وقت پچاس ہزار روپے سے زائد بنتی تھی۔ یہ مالی قربانی کی بہترین مثال تھی۔ آپ کی وفات یکم اپریل 1973ء کو لاہور میں ہوئی، ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ممتاز قانون دانوں، پنجاب اسمبلی کے اسپیکر، ہائی کورٹ کے جج اور دیگر معززین لاہور نے شرکت کی۔ اس وقت کے چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے وفات پر تعزیتی پیغام میں مرحوم کی پیشہ سے متعلق غیرمعمولی خوبیوں کا ذکر کیا اور سراہا تھا۔

لاہور میں چوتھی امارت (1954ء تا 1975ء)

1954ء میں انتخاب کے ذریعے چوہدری اسد اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء لاہور کے چوتھے امیر منتخب ہوئے تھے۔ آپ کی امارت کا سلسلہ 1975ء تک جاری رہا تھا۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب کا تعلق سیالکوٹ کے ایک نامور مشہور و معروف خاندان سے تھا جس کا جماعت احمدیہ اور خلافت سے تعلق غیر معمولی تھا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کو لاہور جماعت کا پہلا امیر ہونے کی سعادت ملی تھی۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب کے دور میں جماعت احمدیہ لاہور کا مرکزی دفتر شیخ بشیر احمد صاحب کے گھر ہی میں رہا جب تک دارالذکر مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہوگئی۔ غالباً 1970ء کی دہائی کے شروع میں دفتر دارالذکر شفٹ ہوا تھا۔

چوہدری اسد اللہ خان صاحب کی امارت کے دور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات ہوئی لیکن اس وقت تک حضور کے ہاتھوں لاہور میں ''امارت'' کا لگایا ہوا پودا ایک ایسے قد آور گھنے درخت میں ڈھل چکا تھا جس کی چھاؤں تلے احباب جماعت لاہور روحانی و دینی سکون پا رہے تھے نیز خلافت کے ساتھ ایک مضبوط رشتے سے جڑ چکے تھے۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر بننے سے پہلے بطور وکیل بہت کامیاب شہرت رکھتے تھے اور جماعت کے کاموں میں صف اول کے مخلصین میں شامل تھے۔ آپ اپنی ذات سے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ''قبولیت دعا'' کا واقعہ بیان کرتے تھے۔

''تقسیم ملک سے چند سال پہلے میں شدید بیمار ہوگیا اور پیشاب کی جگہ خون کے اخراج سے اس قدر کمزوری ہوگئی کہ پہلو بدلنا بھی ممکن نہ رہا۔ ایک دن حضرت مصلح موعودؓ عیادت کے لئے تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا:

محترم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب

''آپ کا جلسہ پر جانے کو تو جی چاہتا ہوگا۔''

میں نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا ''وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہئے''۔ اس پر حضورؓ نے اپنی مبارک آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور حضورؓ کی گردن سے نہایت خوبصورت سرخی چہرہ کی طرف بڑھنی شروع ہوئی کہ حضورؓ کا چہرہ، گردن، پیشانی اور کان سرخ خوبصورت اور چمکدار ہو گئے۔ حضورؓ نے شہادت کی انگلی سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''آپ ان شاء اللہ ضرور جلسہ پر آئیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد حضورؓ تشریف لے گئے تو مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر خون کی آلائش نہیں تھی۔ اس کے بعد میں تیزی سے روبہ صحت ہوا اور جلسہ سے تین چار روز قبل ہی قادیان میں حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 مئی 2002ء)

آپ کے دور امارت میں بھی امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لاہور آمد کا سلسلہ جاری رہا تھا اور احمدی اور غیر احمدی سبھی حضورؓ سے فیض پاتے رہے۔ آپ کی امارت کے دوران حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ علاج کی غرض سے لاہور میں تین ماہ قیام پذیر رہے اور اکتوبر 1954ء میں واپس ربوہ تشریف لے گئے۔ انہی دنوں لاہور میں بدترین سیلاب آیا ہوا تھا اور مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو غیرمعمولی خدمت خلق کی توفیق ملی۔ انہی خبروں کی روشنی میں حضورؓ نے نومبر 1954ء میں ناساز طبیعت کے باوجود لاہور کے متاثرہ علاقوں کا دو گھنٹے کا دورہ فرمایا۔ مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب امیر لاہور بھی ہمراہ تھے۔ اپریل 1956ء میں حضورؓ لاہور میں تشریف فرما تھے اور قیام کے دوران حضورؓ نے دو اپریل کو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانؓ کی صاحبزادی کے رخصتانہ میں شرکت فرمائی اور دعا کی۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 586)

ربوہ کی یادگاری مسجد کی تعمیر کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے دو دنوں میں 1500 روپیہ اکھٹا کرکے ربوہ بھجوایا۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 590)

دہلی دروازہ کی مسجد تنگ ہو جانے کی وجہ سے حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور کی جماعت کو نئی بڑی مسجد کی تعمیر کی بار بار تحریک کی تھی۔ انہی تحریکوں کے نتیجہ میں آپ کے دور میں آج کل کی مشہور مرکزی مسجد ''دارالذکر'' کی تعمیر کی ابتداء اور تکمیل آپ کے دور امارت کی شاندار خدمت ہے۔ جس کا سنگ بنیاد بھی حضرت مصلح موعودؓ نے رکھا تھا اور دعا کرائی تھی۔ کشمیر کمیٹی کے مقدمہ کے لئے جن احمدی وکلاء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے منتخب فرمایا تھا ان میں چوہدری اسد اللہ خان صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے بطور امیر لاہور، جماعتی چندوں میں اضافہ کیلئے بہت کوششیں کی، اور ابتدائی سالوں میں چندہ دوگنا کر دیا تھا۔ 1956ء میں لاہور میں '' فتنہ منافقین و مخرجین'' کی نشاندہی اور ان کا قلع قمع کرنا آپ کی بصیرت اور دور اندیشی کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بھجوائی گئی جماعت احمدیہ لاہور کی سفارشات کو صدر انجمن احمدیہ نے منظور کیا اس طرح اس فتنہ کا بروقت خاتمہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت لاہور صفحہ 588)

''تاریخ احمدیت لاہور'' (از شیخ عبد القادر مبلغ سابق سوداگرمل) لاہور کی تدوین اور اشاعت آپ کے دور کی ایک تاریخی قلمی علمی

بقیہ صفحہ 6 پر

بشریٰ نذیر آفتاب۔ سسکاٹون، کینیڈا

کووڈ - 19، لمحہ بھر کی بے احتیاطی اور اس کی سزا

کووڈ – 19 جیسا کہ اس خطرناک وائرس کے نام ہی سے عیاں ہے کہ اس کا آغاز 2019ء میں ہوا۔ اس موذی اور جان لیوا وائرس کے آغاز سے لیکر اب تک لاکھوں لوگ لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔شروع شروع میں تو کیا پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سب کی شہ سرخیاں اس ننگی آنکھ سے نظر نہ آنے والے وائرس پر ہوتی تھیں۔ اور پھر اس کے مہلک اثرات سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر، لوگوں کے سوالات کے جوابات، کام کرنے والے طبقہ کے لئے قیمتی نصائح، بوڑھوں اور دیرینہ مرض کے شکار لوگوں کو حفظ ما تقدم کے طور پر حفظان صحت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی خصوصی ہدایات دنیا بھر میں ہر روز ہر چینل پر ماہرین صحت کے ذریعے سے تقریباً دو سال تک مسلسل دی جاتی رہیں۔ اس وائرس سے جہاں بہت سی قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا وہاں دنیا بھر میں معیشت پر بھی بہت بُرے اثرات مرتب ہوئے۔ لوگوں کے کاروبار تباہ ہو گئے، بہت سارے لوگ نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شاپنگ مالز، فوڈ کورٹ اور گروسری سٹورز پر انسانوں کی جگہ ٹیکنالوجی نے لے لی۔ ابھی بھی جبکہ کورونا وائرس کی شدت میں کافی حد تک کمی آچکی ہے۔ اس کی ویکسین نے اس کے مضر اثرات پر بھی قابو پا لیا ہے آپ مارکیٹ میں جائیں تو ایک آدھ رجسٹرڈ کھلا ملتا ہے جس پر کوئی ورکر آپ کو خیر مقدم کرتا ہے۔ جبکہ ان کی جگہ درجنوں سیلف چیک آؤٹ رجسٹرڈ نے لے لی ہے۔ کووڈ – 19 کے پھیلاؤ سے انسانی زندگی کافی حد تک متأثر ہوئی۔ بڑے پیمانے پر ہونے والے اجتماعات، گیمز، شادیوں کی تقریبات وغیرہ سب پر پابندی لگا دی گئی۔ خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف حکومت قانونی چارہ جوئی کرتی۔ الغرض جو کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے جنھوں نے اپنی زمین اور اپنا آسمان بنا رکھا تھا۔ جو گو تھے تو ارباب اختیار، مگر اختیارات کا استعمال اپنی من مانی سے کرتے تھے اور خالق ارض و سماء کو بھول بیٹھے تھے۔ اپنے ہی گھروں میں مقید ہو کر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے لگے۔

مگر ہم ہاں ہم! احمدی مسلمان ساری دنیا سے اس لحاظ سے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے پاس خلافت حقہ جیسی نعمت عظمیٰ ہے۔ ہمارے امام امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس وائرس کے سر اٹھاتے ہی جب یہ اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت حملہ آور تھا اور اب جبکہ یہ کسی حد تک قابو میں ہے تمام افراد جماعت کو بار بار ہدایت دی کہ اپنے اپنے ممالک میں دی جانے والی گورنمنٹ کی تمام ہدایات پر ہر احمدی عمل کرے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 5/مارچ 2021ء کے خطبہ جمعہ میں وائرس سے بچاؤ کی حفاظتی تدابیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دوسری اہم بات یہ بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کورونا کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس میں احمدی بھی احتیاط کا جو حق ہے وہ نہیں ادا کر رہے۔ نہ یوکے میں نہ امریکہ میں نہ پاکستان میں نہ کسی اَور ملک میں۔ پوری طرح احتیاط کرنی چاہیے۔ ماسک وغیرہ پہننا چاہیے۔ ماسک پہنا ہوتا ہے تو ناک ننگا ہوتا ہے حالانکہ ناک ڈھکا ہونا چاہیے۔ یا گردن کے اوپر ماسک رکھا ہوتا ہے تو اس ماسک پہننے کا فائدہ کیا؟ پھر آپس میں قریب ہو کے ملنا، سوشل ڈسٹینسنگ (social distancing) نہیں رکھتے اور جو قواعد گورنمنٹ نے مقرر کیے ہوئے ہیں حکومت نے باتیں بتائی ہوئی ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ تو ان ساری باتوں پہ ہمیں عمل کرنا چاہیے۔نہیں تو یہ وبا اسی طرح پھر ایک دوسرے سے پھیلتی چلی جائے گی۔ اور یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ آج کل کم سے کم سفر کریں۔ بلا وجہ غیر ضروری سفر کو avoid کریں۔ یورپ سے پاکستان جانے والے بھی احتیاط کریں، آج کل نہ ہی جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اس وبا کو جلد دور کرے اور جو احمدی بیمار ہیں ان کو بھی اور جو احمدی نہیں ہیں دوسرے لوگ بھی جو بیمار ہیں ان کو بھی شفا عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 5/مارچ 2021ء صفحہ 10)

الحمد للہ! اب دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر اجتماعات و پروگرامز شروع ہو چکے ہیں۔ ہم احمدی مسلمان بھی ایک لمبے عرصہ کے وقفہ کے بعد اپنے اپنے ملک کے قوانین کے مطابق حفاظتی تدابیر کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اپنے آقا کی ہدایت و راہنمائی میں وسیع پیمانے پر اجلاسات اور جلسہ جات کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہم ان پروگرامز کے دوران حفاظتی تدابیر پر عمل نہیں کرتے یعنی بار بار ہاتھ نہیں دھوتے، اگر بیمار ہیں تو ان اجتماعات اور جلسہ جات پر جانے سے گریز نہیں کرتے، ماسک نہیں پہنتے، بغل گیر ہونے اور ہاتھ ملانے سے اجتناب نہیں کرتے یا سماجی فاصلہ نہیں رکھتے تو اس حالت میں ہم نہ صرف اپنی صحت کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے خطرے میں ڈال رہے ہیں بلکہ دوسروں میں بھی یہ وباء پھیلا رہے ہوں گے۔ اگر یہ کہ کر روکا جائے کہ ہمیں ابھی کچھ عرصہ تک گلے ملنے اور ہاتھ ملانے سے احتیاط برتنی چاہیے تو جھٹ سے جواب ملتا ہے کہ ’’وہ عید ہی کیا جس میں گلے نہ ملا جائے، آپ اتنا اس وائرس سے ڈرتی کیوں ہیں جب موت آنی ہے تو آ ہی جانی ہے، میں نے تو گلے ملنا ہے آپ ملیں یا نہ ملیں، شادی کا سماں ہے گلے ملے بغیر مبارک باد کیسے دیں وغیرہ وغیرہ‘‘ حالانکہ بحیثیت احمدی مسلمان ہم نے تو وہ کرنا اور کہنا ہے جو ہمارے پیارے امام کا اسوہ ہے۔حضرت صاحب کے واضح ارشادات ہمیں ملتے رہے ہیں۔ ہر جمعے حضرت صاحب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں۔مسجد میں بیٹھے ہوئے تمام نمازی ماسک پہنے نہایت اہتمام سے خطبہ جمعہ سن رہے ہوتے ہیں۔ گذشتہ سال جلسہ سالانہ یوکے کا انعقاد ہوا جیسے دنیا بھر میں بسنے والے شمع احمدیت کے پروانوں نے براہ راست مسلم ٹیلی ویژن کے توسط سے دیکھا اور سنا اور اس سال بھی جلسہ سالانہ یوکے، جو گذشتہ سال کی نسبت اللہ کے فضل سے بڑے پیمانے پر ہوا تھا اور ہمیں ایمان و ایقان میں بڑھانے والا تھا۔ اس جلسے میں کیا شاملین اور کیا شاملات، کارکنان و کارکنات سب نے اپنے آقا کی

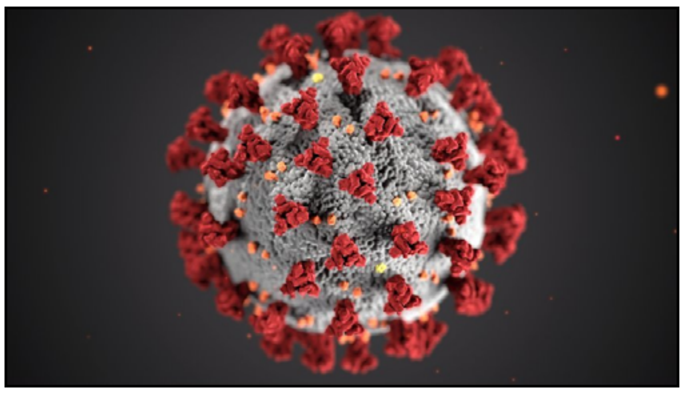

ہدایت میں ماسک پہن رکھے تھے۔ اور تو اور حضرت صاحب نے جلسہ سالانہ یوکے 2022ء کے موقعہ پر اختتامی خطاب کی اختتامی دعا کے بعد بعض ترانہ پڑھنے والے خدام اور انصار بھائی جنھوں نے وقتی طور پر ترانہ پڑھنے کے لئے ماسک نیچے کئے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ: ’’آوازیں اتنی اونچی ہیں کہ ماسک پہن کر بھی رکھیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا‘‘ اور پھر ایک دوسرے ترانہ پڑھنے والے گروپ سے فرمایا: ’’آپ بھی ماسک پہن لیں سارے‘‘

الحمد للہ ثم الحمد للہ! برکات خلافت اور ہمارے پیارے امام کی ہم سب کے لئے محبت اور پیار کا یہ حسین نظارہ مستورات کے پنڈال میں بھی دیکھا گیا اور مردانہ جلسہ گاہ میں بھی اور پھر مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ کیمرے کی آنکھ سے ہم سب نے بھی ملاحظہ کیا۔ پیارے حضور نے جو ماسک پہننے کا ارشاد فرمایا اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی نا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں اس وائرس کے بد اثرات سے بچانا چاہتے ہیں۔ ہم سے پیار کرتے ہیں اور آپ کو ہماری صحت کی فکر ہے۔ اور اگر کسی بہن بھائی کو وائرس ہو گیا ہے اور وہ لاعلمی میں ہے اور جلسے میں شامل ہے تو ماسک پہننے کی صورت میں دوسرے اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں گے۔ اللہ اللہ یہ ہیں برکات خلافت جن سے آج دوسرے محروم ہیں۔

ہمارا جلسہ سالانہ ویسٹرن کینیڈا جینیسس سینٹر GENESIS CENTRE کیلگری میں مؤرخہ 30/ جولائی 2022ء کو اپنی پوری آن بان اور شان کے ساتھ شروع ہو کر 31/ جولائی بروز اتوار کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ کیلگری Calgary شہر مغربی کینیڈا کا آبادی اور رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا شہر ہے اور البرٹا Alberta صوبے میں واقع ہے۔ قدرتی ذخائر سے مالا مال ساڑھے تین لاکھ کی آبادی پر مشتمل اس شہر اور اس کے صوبے میں تیل اور گیس کی ریل پیل ہے جس سے نہ صرف کینیڈین بلکہ دوسرے ممالک بھی استفادہ کر رہے ہیں۔ اس کی مشہور مصنوعات میں گندم، جَو، کنولا آئل، دالیں اور بینز ہیں جن میں نہ صرف یہ صوبہ خود کفیل ہے بلکہ دوسرے صوبوں کو بھی مہیا کرتا ہے۔۔ ہم جمعے کے دن 29/ جولائی کو بذریعہ ویگن سسکاٹون سے روانہ ہوئے اور 374 میل کی مسافت مسلسل 6 گھنٹوں کی ڈرائیو کے بعد طے کی۔ نماز عصر مسجد بیت النور کیلگری میں باجماعت ادا کی اور پھر جلسہ گاہ کا رخ کیا۔ وہاں محترم امیر جماعت کینیڈا ملک لال خان صاحب کے جلسہ کے تمام رضا کاروں سے جلسے سے متعلق ہدایات پر مشتمل خطاب سے استفادہ کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر سے سیر ہونے کے بعد نمازیں ادا کیں اور پھر ہوٹل اپنی قیام گاہ پہنچے۔ جب سے کووڈ – 19 کا آغاز ہوا ہے ہم میاں بیوی اور ہمارے بچے جب بھی گھر سے باہر جاتے ہیں ہمیشہ ماسک پہن کر جاتے ہیں۔شادی بیاہ کی تقریب ہو یا مسجد میں پروگرامز۔ جلسہ سالانہ ویسٹرن کینیڈا پر بھی ہم نے سب کو یاد دہانی کروائی کہ ماسک

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

نہیں اترنے چاہئیں۔ حالانکہ انتظامیہ کی طرف سے ماسک پہننے کی کوئی ہدایت نہیں تھی۔ شائد اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ اب حکومت کی طرف سے ماسک پہننے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جلسے کے روحانی ماحول نے طبیعتوں پر نہایت خوشکن اثر ڈالا۔ جلسے کے تمام اجلاسات کی کاروائی دلجمعی سے سنی۔ محترم امیر صاحب کینیڈا اور محترمہ نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے بصیرت افروز علمی خطابات سے خوب حظ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔ زنانہ اور مردانہ ہر دو جلسہ گاہ میں آراستہ و پیراستہ اسٹیج کے ساتھ ساتھ پس منظر میں کلمۂ طیبہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ منظوم کلام میں سے یہ مصرعہ ''آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے'' اور ساتھ ہی منارۃ المسیح کی کرنیں بکھیرتی ہوئی تصویر ہر آنے جانے والے کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ کرسیاں نہایت سلیقے سے بچھائی گئی تھیں۔ جلسہ سالانہ اتوار کے روز لوکل وقت کے مطابق تقریباً سوا دو بجے اختتام پذیر ہو چکا تھا اس لئے ہم نے نماز ظہر اور عصر باجماعت ادا کرنے کے ساتھ ہی واپسی کے لئے رخت سفر باندھا اور سسکاٹون کے وقت کے مطابق رات دس بجے اپنے گھر بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اگلے ہی روز میرے میاں نے سر درد اور بخار کی شکایت کرنی شروع کر دی جیسے ہی میری بیٹی نے ان کا ٹسٹ کیا تو مثبت آیا۔ الحمد للہ اب تک ہم سب اس وائرس سے بچے ہوئے تھے۔ بچوں کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے جلسے پر ماسک نہیں لگایا تھا۔ پہلے دن جب میں ماسک پہن کر گیا تو دیکھا اور کسی نے ماسک نہیں پہنا اس لئے مجھے بھی معیوب لگا کہ میں اکیلا ماسک پہنوں تو میں نے بھی اتار دیا۔ مزید بتایا کہ جلسے پر سب ایک دوسرے کو گلے مل رہے تھے مصافحہ کر رہے تھے اور میرے ساتھ بھی بغل گیر ہو رہے تھے۔ ایک صاحب جو شکل سے بھی بیمار لگ رہے تھے ماسک کے بغیر تھے اور مسلسل کھانس بھی رہے تھے وہ تو دونوں دن مجھ سے بغلگیر ہوئے۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اب اس بے وقتی جپھی کے بداثرات سسکاٹون پہنچتے ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے اور چند ہی دنوں کے اندر اندر ہمارے سارے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک ہفتہ میرے میاں شدید بخار، سر درد، جسم میں خوفناک حد تک توڑ پھوڑ، گلہ خراب اور شدید کھانسی کا شکار رہے۔ نوکری سے چھٹی کے ساتھ ساتھ روزمرہ اہم امور کی بجا آوری سے بھی قاصر رہے۔ ہماری بڑی بیٹی جس کے کلینیکلز Clinicals چل رہے تھے اس بیماری کے باعث اس کی صحت اور تعلیم دونوں کا حرج ہوا، باقی بچوں کی بھی دینی و سماجی اور معاشرتی سرگرمیاں متأثر ہوئیں۔ خاکسار ہفتے میں کبھی دو دفعہ اور کبھی چار دفعہ ترجمۃ القرآن کلاس لیتی ہے جو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کے خلفائے عظام کے تراجم اور تفاسیر سے استفادہ کر کے لی جاتی ہے۔ اس کلاس سے اب تک ایک سو لجنہ ترجمہ سیکھ چکی ہیں اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں بہنیں سیکھ بھی رہی ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت اہم کلاسز اس وائرس کی وجہ سے التوا میں پڑ گئیں ہیں۔

اس وبا کا شکار احتیاط کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں مگر بے احتیاطی کے نتیجے میں بیماری کو پھیلانا ہرگز دانشمندی کی علامت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس وبا سے ساری دنیا کو نجات دے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا نے جلسہ سالانہ یوکے 2022ء کے اختتامی خطاب کے آخر پر اختتامی دعا سے قبل دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ وبا جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس کے جلد دُور ہونے کے لئے دعا کریں۔ مریضوں کے لئے دعا کریں۔''

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اُن تمام برکات سے اپنی جھولیاں بھر لیں جو آج صرف اور صرف خلافت احمدیہ سے وابستہ ہیں تو آیئے! پھر عہد اس بات کا کریں کہ ہم من حیث الجماعت ہمیشہ اپنے آقا کی تمام ہدایات پر دل و جان سے عمل کریں گے۔ اور ہر حال میں میر کارواں، سالار احمدیت خلیفۃ المسیح کے لبوں سے نکلنے والے ہر ہر انمول موتی اور ارشاد پر سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کو اپنا شعار بنا لیں گے۔ اسی طرح لَبَّیۡکَ سَیِّدِی! لَبَّیۡکَ یَا اِمَامَنَا کا نعرہ نہ صرف بلند کریں گے بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے اسے حرزِ جان بنائیں گے۔ ان شاء اللہ

ایک سبق آموز بات

خدمت خلق کے اصول

حضرت مصلح موعودؓ نے 27/دسمبر 1955ء کو فرمایا:

یہ ضروری نہیں کہ طوفان اور سیلاب ہی آئیں تو پھر تم خدمت کرو۔ مومن کو تو ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب سے دنیا کو بچائے رکھے لیکن خدمت خلق کے مواقع ہر وقت میسر آسکتے ہیں مثلاً بیماروں کو دوائی لا کر دینا۔ غریبوں، محتاجوں، بیواؤں کی مدد کرنا۔ یہ سب کام ایسے ہیں جو تم ہر وقت کر سکتے ہو اور یہ کام تمہارے پروگرام کا مستقل حصہ ہونے چاہئیں۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 742)

مرسلہ: ذیشان محمود۔ مربی سلسلہ سیرالیون

فقہی کارنر

سرود کی رسم

مختلف گدی نشینوں کے حالات پر افسوس ہوتا رہا۔ جو سرود وغیرہ بدعات میں گرفتار ہیں۔

اس پر آپ (حضرت مسیح موعودؑ) نے فرمایا۔

انسان میں ایک ملکہ احتظاظ کا ہوتا ہے کہ وہ سرود سے حظ اٹھاتا ہے اس کے نفس کو دھوکہ لگتا ہے کہ میں اس مضمون سے سرور پا رہا ہوں، مگر دراصل نفس کو صرف حظ درکار ہوتا ہے۔ خواہ اس میں شیطان کی تعریف ہو یا خدا کی۔ جب یہ لوگ اس میں گرفتار ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے واسطے شیطان کی تعریف یا خدا کی۔ سب برابر ہو جاتے ہیں۔

(بدر 19 مارچ 1908ء صفحہ 5-6)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

طلوع وغروب آفتاب

13/ستمبر 2022ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:50	18:26
مدینہ منورہ	04:48	18:28
قادیان	04:49	18:37
ربوہ	04:29	18:17
اسلام آباد ٹلفورڈ	05:05	19:23